Globethics Repository

Husn a'mal (PART 1)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-04 04:52:06
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188542

حسنِ اَعمال

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695 -042

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَـوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُـحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۰۷-۹۷-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حسنِ اَعمال
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	کوثر رشید، نازیہ عبد الستار
نظرِ ثانی	:	محمد علی قادری، ضیاء نیّر
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل تا پنجم	:	(8,300)
اِشاعتِ ششم	:	اپریل 2002ء (1,100)
اِشاعتِ ہفتم	:	مارچ 2003ء (1,100)
اِشاعتِ ہشتم	:	ستمبر 2004ء (1,100)
اِشاعتِ نہم	:	مارچ 2005ء (1,100)
اِشاعتِ دہم	:	مارچ 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمئر کاغذ	:	-/320 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

ISBN 969-32-0336-4

نام کتاب	:	حسنِ اَعمال
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	کوثر رشید، نازیہ عبد الستار
نظرِ ثانی	:	محمد علی قادری، ضیاء نیّر
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل تا پنجم	:	(8,300)
اِشاعتِ ششم	:	اپریل 2002ء (1,100)
اِشاعتِ ہفتم	:	مارچ 2003ء (1,100)
اِشاعتِ ہشتم	:	ستمبر 2004ء (1,100)
اِشاعتِ نہم	:	مارچ 2005ء (1,100)
اِشاعتِ دہم	:	مارچ 2007ء
تعداد	:	1,100

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اِجمالی فہرست

عنوانات	صفحات
✿ پیش لفظ	۲۹
باب اَوّل	
توبہ و اِستِغفار	۳۱
باب دُوُم	
ذکرِ الٰہی	۱۱۹
باب سُوُم	
نماز کی اَہمیت و فضیلت	۱۸۷
باب چہارُم	
قِیامُ اللّیل	۲۶۵
باب پنجم	
تلاوتِ قرآن	۳۳۴
باب ششم	
درود وسلام کے فضائل	۳۸۶

صفحات	عنوانات
	باب ہفتم
۴۴۹	دعا اور آدابِ دعا
	باب ہشتم
۵۱۵	فضائلِ صدقات و خیرات
	باب نہم
۵۵۱	فاقہ اور کم خوری
	باب دہم
۵۸۵	خاموشی اور کم گوئی
	باب یازدہم
۶۳۱	خلوت اور کم آمیزی
	باب دوازدہم
۶۷۱	دعوت و تبلیغ
۷۱۵	❁ مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

فہرس

صفحہ	مشتملات
۲۹	پیش لفظ
	باب اوّل
۳۱	**توبہ و اِستغفار**
۳۳	توبہ کا معنی و مفہوم
۳۶	اِستغفار کا مفہوم
۳۶	توبہ اور اِستغفار میں فرق
۳۸	توبہ و اِستغفار کی اہمیت و فضیلت
۴۰	۱۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو کلماتِ توبہ کی تعلیم
۴۱	۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی کثرتِ توبہ و اِستغفار
۴۲	۳۔ توبہ و اِستغفار رضائے الٰہی کا ذریعہ
۴۴	۴۔ توبہ و اِستغفار کرنے والوں کے لئے بخشش و مغفرت کی نوید
۴۷	(ا) حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی قبولیتِ توبہ

مشتملات	صفحہ
(۲) قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت کی قبولیتِ توبہ	۵۰
(۳) سو افراد کے قاتل کی قبولیتِ توبہ	۵۱
(۴) حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کی توبہ	۵۲
(۵) توّابین کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولنے کا حکم	۵۴
(۶) تائبین کے مال اور اولاد میں برکت	۵۴
(۷) توبہ کرنے والوں کی نیکیوں میں اضافہ	۵۵
(۸) توبہ و استغفار اور صفائے قلب	۵۶
توبہ سے غافل رہنے والوں کے لئے وعید	۵۸
توبہ کی حقیقت	۶۰
توبہ کی اقسام	۶۲
توبہ کے درجات	۶۴
توبہ کی شرائط	۶۷
توبہ کے آداب	۷۳
توبہ کے طریقے	۷۷
حقیقی توبہ کی علامات	۸۱
توبہ سے محرومی کے اسباب	۸۲

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
توبہ کا محرک: غفلت سے بیداری	۸۶
توبہ میں استقامت کا طریقہ اور انبیاء و صالحین کا معمول	۸۸
موت سے قبل توبہ میں صلحاء کا عمل	۱۱۲
بوقتِ مرضِ وصال اولیاء اللہ کے اَحوال	۱۱۴
باب دوم	
ذکرِ الٰہی	۱۱۹
ذکرِ الٰہی کا معنی و مفہوم	۱۲۱
۱۔ لفظ ذکر کے مختلف قرآنی اطلاقات	۱۲۱
۲۔ ذکرِ الٰہی یادِ الٰہی سے عبارت ہے	۱۲۳
ذکرِ الٰہی کی اہمیت و فضیلت	۱۲۴
۱۔ ذکرِ الٰہی ہر عبادت کی اصل	۱۲۴
۲۔ کثرتِ ذکر محبتِ الٰہی کا اوّلین تقاضا ہے	۱۲۵
۳۔ ذکرِ الٰہی قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے	۱۳۰
۴۔ ذکرِ الٰہی افضل ترین عبادت ہے	۱۳۴
۵۔ ذکرِ الٰہی عذابِ الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہے	۱۳۷

مشتملات	صفحہ
۶۔ ذکرِ الٰہی کی برکت سے رحمتوں کا نزول ہے	۱۳۹
۷۔ ذکرِ الٰہی بیمار دلوں کی شفاء ہے	۱۴۰
۸۔ ذکرِ الٰہی بے چین دلوں کا قرار ہے	۱۴۰
ذاکرین کے فضائل	۱۴۲
۱۔ تخلیقِ کائنات میں غور وفکر کرنے والے بندے	۱۴۲
۲۔ معیتِ خداوندی سے سرفراز ہوتے ہیں	۱۴۳
۳۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین ہوتے ہیں	۱۴۴
۴۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں	۱۴۵
۵۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ دل ہوتے ہیں	۱۴۵
۶۔ گناہوں کے بوجھ سے چھٹکارا پائیں گے	۱۴۶
۷۔ روزِ محشر سایۂ ایزدی میں جگہ پائیں گے	۱۴۷
۸۔ روزِ محشر درجہ میں افضل ترین ہوں گے	۱۴۸
۹۔ مسکراتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے	۱۴۹
۱۰۔ نورِ خدا کے حامل ہوتے ہیں	۱۴۹
مجالسِ ذکر کی فضیلت	۱۵۴
۱۔ مجالسِ ذکر میں انوارِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے	۱۵۵

صفحہ	مشتملات
۱۵۷	۲۔ مجالسِ ذکر پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے
۱۵۹	۳۔ ذاکرینِ مجلس کے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں
۱۵۹	۴۔ ذاکرینِ مجلس پر فرشتے فخر کرتے ہیں
۱۶۰	۵۔ مجالسِ ذکر جنت کے باغات ہیں
۱۶۰	۶۔ مجالسِ ذکر دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹنے کا ذریعہ ہیں
۱۶۱	۷۔ روزِ قیامت مجالسِ ذکر کے شرکاء کو قابلِ رشک اجر دیا جائے گا
۱۶۲	۸۔ مجالسِ ذکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول
۱۶۳	۹۔ مجالسِ ذکر سے متعلق ایک تابعی کا قول
۱۶۳	۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں منقول ایک دعا
۱۶۴	ذِکرِ الٰہی کی اقسام اور اس کے اثرات
۱۶۴	۱۔ ذکرِ لسانی
۱۶۷	۲۔ ذکرِ قلبی
۱۶۸	ذکرِ الٰہی کے آداب اور تقاضے
۱۶۹	۱۔ قبل الذکر آداب
۱۷۴	۲۔ دورانِ ذکر آداب
۱۷۵	۳۔ بعد الذکر آداب

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
ذکر کرنے کے طریقے	۱۷۶
چند مسنون اذکار و تسبیحات	۱۷۹
ذکر کے درجات	۱۸۳
ذاکرین کے لئے ضروری ہدایات	۱۸۴
حاصلِ کلام	۱۸۵
باب سوم	
نماز کی اہمیت و فضیلت	**۱۸۷**
صلوٰۃ کا معنی و مفہوم	۱۸۹
نماز کی فرضیت و اہمیت	۱۹۰
۱۔ قرآنِ حکیم میں نماز کا حکم	۱۹۱
۲۔ احادیثِ نبوی ﷺ میں نماز کی تاکید	۱۹۴
۳۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد	۱۹۸
قرآنِ حکیم میں اوقاتِ نماز کا ذکر	۱۹۹
نمازِ پنجگانہ کی فضیلت	۲۰۰
۱۔ نمازِ فجر، ظہر و عصر کی فضیلت	۲۰۰

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
۲۔ نمازِ مغرب و عشاء کی فضیلت	۲۰۲
۳۔ نماز بے راہ راوی سے بچاتی ہے	۲۰۳
۴۔ نماز گناہوں کی آلائشوں کو دور کرتی ہے	۲۰۳
۵۔ نمازیوں کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ	۲۰۵
۶۔ نمازی کے لئے جنت کے مخصوص دروازے	۲۰۷
نماز کے آداب	۲۱۰
۱۔ ظاہری آداب	۲۱۱
۲۔ باطنی آداب	۲۱۳
نماز میں خشوع و خضوع	۲۲۶
۱۔ خشوع کا لغوی معنی	۲۲۶
۲۔ خشوع نماز کا مغز ہے	۲۲۷
۳۔ نماز میں خشوع کے عملی نمونہ	۲۲۸
۴۔ نماز میں حضورِ قلبی کی تدابیر	۲۳۰
۵۔ نماز میں غفلت کے اسباب	۲۳۲
ترکِ نماز پر سزا	۲۳۴
۱۔ قرآنِ حکیم میں وعید	۲۳۴

www.MinhajBooks.com

صفحہ	مشتملات
۲۳۶	۲۔احادیثِ نبوی ﷺ میں وعید
۲۳۷	۳۔نماز میں سستی کرنے پر پندرہ سزائیں
۲۳۸	(۱) موت سے قبل کی سزائیں
۲۳۸	(۲) موت کے وقت کی سزائیں
۲۳۸	(۳) قبر کی سزائیں
۲۳۸	(۴) موت کے بعد کی سزائیں
۲۳۸	حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز
۲۳۹	۱۔قبلہ رو ہونا
۲۴۱	۲۔نیت
۲۴۲	۳۔تکبیر تحریمہ
۲۴۴	۴۔ثناء
۲۴۴	۵۔تعوُّذ و تسمِیّہ
۲۴۵	۶۔سورۂ فاتحہ
۲۴۶	۷۔قراءت
۲۴۷	۸۔رکوع
۲۴۹	۹۔قومہ

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
۱۰۔ سجدہ	۲۵۰
۱۱۔ جلسہ	۲۵۳
۱۲۔ تعدیلِ ارکان	۲۵۴
۱۳۔ دوسری رکعت	۲۵۵
۱۴۔ قعدہ اولیٰ	۲۵۶
۱۵۔ تشہد	۲۵۷
۱۶۔ تشہد میں انگلی کا اشارہ	۲۵۸
۱۷۔ درود ابراہیمی (علیہ السلام)	۲۵۹
۱۸۔ سلام	۲۶۱
نمازِ وتر	۲۶۲
دعائے قنوت پڑھنے کا طریقہ	۲۶۳
باب چہارم	
قِیامُ اللّیل	**۲۶۵**
قِیام اللّیل کا معنی ومفہوم	۲۶۷
قِیام اللّیل کی اہمیت وفضیلت	۲۶۷

مشتملات	صفحہ
۱۔قرآن مجید میں قیام اللیل کا بیان	۲۶۸
۲۔ قیام اللیل بندوں کی صفات	۲۷۱
۳۔حضور نبی اکرم ﷺ کا قِیام الّلیل	۲۷۳
۴۔احادیثِ مبارکہ میں قِیام الّلیل کا بیان	۲۷۴
۵۔شب زندہ داروں کا حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخلہ	۲۷۶
قیام اللیل اور سلفِ صالحین کے اقوال و احوال	۲۷۶
قیامِ شب کی توفیق کیسے نصیب ہوتی ہے؟	۲۸۵
قیامِ شب سے محرومی کے اسباب	۲۸۸
اوقاتِ شب کی تقسیم	۲۹۰
شبِ بیداروں کے چار گروہ اور ان کی عبادات	۲۹۱
نمازِ تہجد	۳۰۰
ماہِ رمضان میں قیام الّلیل کی فضیلت	۳۱۵
قدر والی راتوں میں قیام کی فضیلت	۳۱۸
۱۔شبِ براءت کا قیام اور مسنون دعائیں	۳۲۰
۲۔شبِ قدر کا قیام اور مسنون دعائیں	۳۲۵

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
باب پنجم	
تلاوتِ قرآن	۳۳۴
تلاوتِ قرآن خود قرآن کے آئینے میں	۳۳۶
۱۔ تلاوتِ قرآن فریضۂ نبوت ہے	۳۳۸
۲۔ حقِ تلاوت ادا کرنے والوں پر اُلوہی عنایات کی نوید	۳۳۹
۳۔ تلاوتِ قرآن کا اثر	۳۴۰
احادیثِ نبوی ﷺ میں تلاوتِ قرآن کی فضیلت	۳۴۲
۱۔ تلاوتِ قرآن افضل ترین عبادت ہے	۳۴۲
۲۔ ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں	۳۴۳
۳۔ تلاوتِ قرآن پر سکینہ کا نزول	۳۴۳
۴۔ تلاوتِ قرآن سے فرشتوں کا نزول	۳۴۴
۵۔ قرآن پڑھنے والے کا جنت میں اعزاز و اکرام	۳۴۵
۶۔ روزِ محشر قرآن حکیم کا شفاعت کرنا	۳۴۷
۷۔ قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کا دسترخوان	۳۴۷
۸۔ قرآن پڑھنے والے کو بن مانگے عطا کیا جانا	۳۴۹

مشتملات	صفحہ
۹۔ قرآن پڑھنے والوں کا فرمانبردار بندوں میں شمار	۳۴۹
۱۰۔ تلاوتِ قرآن سینے کا نور اور آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ	۳۴۹
۱۱۔ تلاوتِ قرآن سے مکان و مکین پر خیر و برکت کا نزول	۳۵۰
۱۲۔ تلاوتِ قرآن قیامت کی سختیوں سے وسیلہ و نجات ہے	۳۵۱
تلاوتِ قرآن اور سلفِ صالحین کے اقوال و معمولات	۳۵۱
تلاوتِ قرآن سے ایصالِ ثواب	۳۵۵
تلاوتِ قرآن سے غیبی مشاہدات کا ظہور	۳۵۷
مشاہدات میں رکاوٹ کے اسباب	۳۵۹
تلاوتِ قرآن کے آداب	۳۶۰
حافظِ قرآن کی فضیلت	۳۷۴
سماعِ قرآن کی فضیلت	۳۷۵
فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایمان سماعِ قرآن کی بدولت تھا	۳۷۸
ایک جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھنے کی فضیلت	۳۸۰
قرآنِ حکیم بھول جانے پر وعید	۳۸۱

صفحہ	مشتملات
	بابِ ششم
۳۸۶	**درود و سلام کے فضائل**

صفحہ	مشتملات
۳۸۸	لفظِ صلوٰۃ کے معانی
۳۹۲	باعتبارِ نسبت صلوٰۃ کے مختلف معانی
۳۹۳	لفظِ سلام کا معنی
۳۹۳	درود و سلام کی اہمیت
۳۹۴	۱۔ تعلق کی نوعیت و اہمیت
۳۹۵	۲۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے تعلقِ قلبی پیدا کرنے کا مجرب نسخہ
۳۹۸	۳۔ درود و سلام سنتِ الٰہیہ ہے
۴۰۰	سنتِ الٰہیہ کی فضیلت
۴۰۳	عبادت کو قطعی القبول بنانے کا طریقہ
۴۰۶	آیتِ صلوٰۃ کے اہم تفسیری نکات
۴۱۱	صلوٰۃ و سلام کے پسندیدہ کلمات
۴۱۴	ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل محفلِ درود و سلام
۴۱۶	درود و سلام عبادت کا صلہ ہے

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
فضائل و برکاتِ درود و سلام	۴۱۸
۱۔ درود و سلام قربِ مصطفیٰ ﷺ کا ذریعہ ہے	۴۱۸
۲۔ درود و سلام روحانی و جسمانی پاکیزگی کا باعث ہے	۴۱۹
۳۔ درود و سلام شرفِ زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ ہے	۴۱۹
۴۔ درود و سلام نزولِ رحمتِ خداوندی کا باعث ہے	۴۲۰
۵۔ درود و سلام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے	۴۲۱
۶۔ درود و سلام دنیا کے غموں کا مداوا ہے	۴۲۲
۷۔ درود و سلام قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے	۴۲۳
۸۔ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کا خود درود بھیجنا	۴۲۴
۹۔ یومِ جمعہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت	۴۲۵
۱۰۔ اذان کے بعد درود و سلام پڑھنے کی فضیلت	۴۲۸
۱۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اسمِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۴۲۹
۱۲۔ اسمِ محمد ﷺ کو بوسہ دینے کی برکات	۴۳۳
درود و سلام کی کثرت کے ثمرات	۴۳۶
درود و سلام پڑھنے کے آداب	۴۴۳
تارکِ درود و سلام کے لئے وعید	۴۴۶

مشتملات	صفحہ
باب ہفتم:	
دعا اور آدابِ دعا	۴۴۹
دُعا کا معنی ومفہوم	۴۵۱
دعا کی اہمیت وفضیلت	۴۵۲
۱۔دعا مانگنے کی ترغیب	۴۵۴
۲۔بارگاہِ الوہیّت میں دعا کی قدر و قیمت	۴۵۸
۳۔دعا ہرعبادت کا مغز ہے	۴۵۸
۴۔دعا قضائے حاجات کی چابی ہے	۴۵۹
۵۔دعا بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہے	۴۶۱
۶۔دعا شرک سے بچاؤ کا ذریعہ ہے	۴۶۲
۷۔دعا بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہے	۴۶۳
شرائطِ دعا	۴۶۴
آدابِ دعا	۴۷۳
مقبول ترین اوقاتِ دعا	۴۸۲
فرض نمازوں کے بعد قرآنی دعائیں	۴۸۸

مشتملات	صفحہ
فرض نمازوں کے بعد مسنون دعائیں	۴۹۴
کن لوگوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟	۴۹۸
روزمرّہ کی چند مسنون دعائیں	۵۰۰
سوتے وقت کی مسنون دعائیں	۵۰۹
جاگتے وقت کی مسنون دعائیں	۵۱۱
دعائے نور	۵۱۲
حاصلِ کلام	۵۱۳
بابِ ہشتم	
فضائلِ صدقات و خیرات	**۵۱۵**
معنی و مفہوم	۵۱۷
صدقہ و خیرات کا حکم	۵۱۸
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں	۵۲۲
صدقہ و خیرات کی فضیلت	۵۲۳
۱۔ اللہ تعالیٰ صدقہ اپنے ہاتھوں سے وصول فرماتا ہے	۵۲۳
۲۔ صدقہ و خیرات اصل نیکی اور تقویٰ کی بنیاد ہے	۵۲۵

مشتملات	صفحہ
۳۔صدقہ وخیرات اصل دینداری ہے	۵۲۹
۴۔صدقہ وخیرات رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے	۵۳۱
۵۔صدقہ وخیرات۔قرضِ حسنہ	۵۳۳
۶۔صدقہ وخیرات تزکیہ کا باعث ہے	۵۳۵
۷۔صدقہ وخیرات اجابتِ دعا کا باعث ہے	۵۳۶
۸۔صدقہ وخیرات مہلک بیماریوں کا شافی علاج ہے	۵۳۸
۹۔صدقہ وخیرات ذلت آمیز موت سے بچنے کا ذریعہ ہے	۵۳۹
۱۰۔صدقہ وخیرات جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے	۵۴۰
۱۱۔صدقہ وخیرات دائمی نیکی ہے	۵۴۰
۱۲۔روزِ قیامت مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا	۵۴۱
طبقۂ نسواں کو صدقہ وخیرات کی تلقین	۵۴۲
صدقات وخیرات کے حقدار	۵۴۳
بخل کی مذمت	۵۴۵
باب نہم	
فاقہ اور کم خوری	۵۵۱
فاقہ اور کم خوری کی ضرورت و اہمیت	۵۵۳

مشتملات	صفحہ
کم خوری کی فضیلت	۵۵۶
کم خوری کے فوائد و ثمرات	۵۷۰
شکم سیری کی مذمت میں حکماء و صوفیاء کے اقوال	۵۷۶
کم خوری کیوں کر ممکن ہے؟	۵۷۷
کھانے پینے میں اعتدال کا پہلو غالب رہے	۵۸۱
باب دہم	
خاموشی اور کم گوئی	**۵۸۵**
خاموشی کا مفہوم	۵۸۷
خاموشی کی اقسام	۵۸۹
خاموشی کی اہمیت و فضیلت	۵۹۰
۱۔ قرآنِ حکیم میں خاموشی کا بیان	۵۹۰
۲۔ احادیثِ نبوی ﷺ میں خاموشی کا بیان	۵۹۳
۳۔ خاموشی میں صوفیاء کرام و اولیاء عظام کے اقوال	۶۰۰
زبان کی آفتیں اور ان سے بچاؤ کی تدابیر	۶۰۱

مشتملات	صفحہ
باب یازدہم	
خلوت اور کم آمیزی	۶۳۱
خلوت کا معنی و مفہوم	۶۳۳
خلوت نشینی کی ضرورت و اہمیت	۶۳۳
خلوت نشینی اور انبیاء علیہم السلام	۶۳۶
اعتکاف کی حقیقت ...... خلوت نشینی	۶۴۱
خلوت نشینی کی غرض و غایت	۶۴۲
خلوت نشینی کے فوائد	۶۴۵
خلوت نشینی کے روحانی فیوض و برکات	۶۵۳
کثرتِ اختلاط کی مذمت میں صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کے اقوال	۶۵۵
لوگوں سے اختلاط کس حد تک درست ہے؟	۶۶۱
صالح لوگوں کی صحبت	۶۶۴
خلوت نشینی کے آداب	۶۶۶
خلوت نشینی کے پسندیدہ معمولات	۶۶۸

مشتملات	صفحہ
باب دو از دہم	
دعوت و تبلیغ	۶۷۱
معنی و مفہوم	۶۷۳
دعوت اور اس کی اہمیت	۶۷۵
۱۔ انفرادی دعوت	۶۷۷
۲۔ اجتماعی دعوت	۶۷۹
احادیثِ مبارکہ میں دعوت و تبلیغ کا حکم	۶۸۰
داعی کے اوصاف	۶۸۷
۱۔ خلوصِ نیت	۶۸۷
۲۔ عمل و کردار میں پختگی	۶۸۸
۳۔ کتاب و سنت کا وسیع مطالعہ	۶۹۰
۴۔ صبر و اِستقامت	۶۹۰
۵۔ حسن خلق	۶۹۲
۶۔ تواضع و انکساری	۶۹۴
۷۔ عفو و درگزر	۶۹۵

مشتملات	صفحہ
۸۔صداقت	۶۹۶
۹۔توکل	۶۹۸
۱۰۔ریاضت و مجاہدہ	۶۹۹
۱۱۔تقویٰ وطہارت	۷۰۰
۱۲۔قوت ارادی	۷۰۱
۱۳۔شخصی وجاہت	۷۰۱
۱۴۔ملنساری	۷۰۱
۱۵۔دینی عصبیت وحمیت	۷۰۲
۱۶۔برداشتِ مُلامت	۷۰۳
۱۷۔مخاطبین کی نفسیات کا لحاظ	۷۰۴
دعوت پر استقامت کے ثمرات	۷۰۴
۱۔نزول ملائکہ	۷۰۵
۲۔خوف وحزن سے نجات	۷۰۵
۳۔جنت کی بشارت	۷۰۶
۴۔دنیا و آخرت میں فرشتوں کی معیت	۷۰۶
۵۔اخروی انعامات	۷۰۶

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ

مشتملات	صفحہ
۶۔ نُزُلًا مِنْ غَفُوْرٍ رحِيْمٍ	۷۰۷
دعوت و تبلیغ سے غفلت کے نتائج	۷۰۷
❖ مآخذ و مراجع	۷۱۵

www.MinhajBooks.com

پیشِ لفظ

ہر چیز کی اَہمیت اور قدر و منزلت کا راز قدرت نے صفتِ ’’حسن‘‘ سے مشروط کر دیا ہے۔ عرفاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ’’حسنِ مطلق‘‘ کا اِستعارہ اِستعمال کیا ہے اور اُس تک رسائی کی فطری خواہش کو اِنسان کی منزلِ مقصود قرار دیا ہے۔ اِس منزل کی طرف رواں دواں خوش قسمت لوگوں کا سامانِ سفر صرف اور صرف حسنِ عمل ہے۔

حسنِ عمل کا اِنجن ہے، حسنِ عمل کی قوت ہے، حسنِ عمل کی قبولیت ہے، حسنِ عمل کی مؤثریت ہے اور حسن ہی عمل کی قیمت ہے۔ یہی قوت و اثر عمل کو اِطاعت، اِطاعت کو عبادت، عبادت کو بندگی، بندگی کو رضا، رضا کو محبت اور محبت کو قربت کی منازل تک پہنچانے میں قدم قدم پر توانائی فراہم کرتا ہے۔ گویا ذرّے کو آفتاب، قطرے کو سمندر اور نقطے کو اَفلاک کی وسعتوں سے ہم کنار کرنے والی خصوصیت حسنِ عمل ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اَعظم و آخر حضور نبی اکرم ﷺ کی جامع اور محبوب ترین دعا جب لفظوں میں ڈھلی تو کائناتِ جنّ و اِنس کی نمائندگی کرتے ہوئے گویا ہوئے: ’’اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسن عطا فرما اور آخرت میں بھی حسن سے نواز اور ہمیں (اپنے فضل کا سزاوار ٹھہراتے ہوئے) جہنم کے عذاب سے بچائے رکھ۔‘‘ یہ آیت مبارکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کا مغز اور نچوڑ ہی نہیں دعاؤں کی معراج بھی ہے۔ اُس عظیم اور حسین ترین ہستی نے اپنے کریم رب کی بارگاہ سے بندگی کی رِفعتوں اور قرب و وصال کی لذتوں سے ہم کنار ہو کر جس نعمت کی آرزو فرمائی وہ یہی حسنِ عمل اور حسنِ انجام کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ حسن ﷺ کے ذریعے جس دینِ حسن کو زمین پر اُتارا اُس کے ہر اَمر اور نہی میں اِنسانیت کی خیر پنہاں ہے۔ یہ تو اِنسان ہی ہے جو اِس خیر کو شر میں بدل دیتا ہے، اپنی حسن طلب فطرت کو گناہوں کے بوجھ اور خواہشاتِ نفسانی کی آگ سے جھلسا دیتا ہے۔ اِسی لئے تو قرآن نے اسے ظلوماً جھولا (ظالم اور جاہل) کہا ہے۔ ظالم

اِس لئے کہ وہ خالق کی طرف سے تفویض شدہ حسنِ عمل کی سعادت کو بُرائی میں تبدیل کر دیتا ہے جو بالآخر اُسے اُس کی بندگی کے حصار سے نکال کر کھلے دُشمن شیطان کی پیروی میں پہنچا دیتی ہے اور جاہل اِس لئے کہ وہ لاعلمی میں حسن دے کر قبح سمیٹ لیتا ہے۔ اِسلام صرف عمل کی تاکید نہیں کرتا بلکہ حسنِ عمل پر زور دیتا ہے کیوں کہ محض عمل عادت اور روٹین ہوتی ہے اور حسنِ عمل عبادت اور بندگی۔ دورِ فتن کی دیگر قباحتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے اَعمال اِنفرادی اور معاشرتی فیوضات کا باعث نہیں رہے۔ نماز، روزہ، حج اور ذِکر وغیرہ جیسے اَعمال کا اَثر فرد پر بھی نظر آنا چاہیے اور معاشرے پر بھی۔ صالحیت کا نور زمین پر تب برستا ہے جب خلوص، تقویٰ اور خیر خواہی کا حسن اُس کی نیت کا محرک ہو۔ تاریخ میں اَنبیاء کے بعد طبقۂ صوفیاء حسنِ عمل کے اِس پیمانے پر پورے اُترتے رہے۔ چناں چہ اب بھی اُنہی محسنین نفوس کے نقوشِ پا سے ہی ہم اپنے اَعمال کو حسن کی نعمت سے سرفراز کر سکتے ہیں۔

''حسنِ اَعمال'' کا یہ کتابی مجموعہ ایک کوشش، ایک آرزو اور ایک تحریک ہے جو حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے حسنِ باطن کا اِظہار اور طلب ہے۔ آپ کی خواہش دراَصل ایسی مؤثر کتاب کی تدوین تھی جو بے عملوں کو عمل اور عمل والوں کو حسنِ عمل کی نعمت سے سرفراز کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اِس حسنِ طلب کو عالمِ اِسلام کے ہر فرد کا مقدّر بنائے۔ یہ کتاب چھوٹے حجم کے ساتھ کئی سال تک چھپتی رہی ہے، اب حسبِ ضرورت اِس میں اِضافہ جات کیے گئے ہیں۔ یہ اِضافہ جات محترمہ کوثر رشید اور محترمہ نازیہ عبدالستار کی شبانہ روز کاوِشوں کا ثمر ہیں۔ محترم محمد علی قادری اور محترم ضیاء اللہ نیّر سمیت راقم نے بھی اس کی نظرِ ثانی کی ہے۔ یہ کسی علم، فکر اور فلسفہ کی کتاب نہیں بلکہ تحریکِ منہاجُ القرآن کی طرف سے حسنِ عمل، حسنِ نیت اور حسنِ اَنجام کے لیے کی جانی والی ایک کاوِش ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسے اپنی بارگاہِ ذوالجلال میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔

(آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

ڈاکٹر علی اَکبر الازہری

(ڈائریکٹر رِیسرچ)

فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ، لاہور

بابِ اوّل

توبہ و اِستغفار

www.MinhajBooks.com

توبہ کا معنی و مفہوم

تَوْبَۃٌ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ ''ت، و، ب'' ہے اور یہ تاب یتوب توبۃً سے مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی لوٹ آنا، رجوع کرنا اور گناہوں سے رُوگردانی کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہونا کے ہیں۔[1]

معروف معانی میں توبہ گناہوں کی آلودگی سے احکامِ الٰہیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف ظاہری اور باطنی طور پر رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللهِ مَتَابًاo[2]

''اور جس نے توبہ کر لی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف (وہ) رجوع کیا جو رجوع کا حق تھاo''

سورہ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo[3]

''اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہوکر) فلاح پا جاؤo''

اس آیتِ کریمہ میں رب ذوالجلال نے گروہِ مومنین کو حکم فرمایا ہے کہ تم سب

(۱) فیروز آبادی، القاموس المحیط، ۱: ۴۱

(۲) الفرقان، ۲۵: ۷۱

(۳) النور، ۲۴: ۳۱

کے سب اللہ کی طرف لوٹ آؤ تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں دنیا و آخرت کی فوز و فلاح نصیب ہو جائے۔

توبہ کا ایک معنی نادم و پشیمان ہونا بھی ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ۔ (۱)

''(گناہ پر) پشیمان ہونا توبہ ہے۔''

توبہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اتباعِ نفس سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں یکسوئی اختیار کرلو پھر اپنا آپ حتی کہ سب کچھ اللہ کے سپرد کر دو اور اپنے قلب کے دروازے پر اس طرح پہرہ دو کہ اس میں احکاماتِ الٰہیہ کے علاوہ اور کوئی چیز داخل ہی نہ ہو سکے اور ہر اس چیز کو اپنے قلب میں جاگزیں کرلو جس کا تم کو اللہ نے حکم دیا ہے اور ہر اس شے کا داخلہ بند کر دو جس سے تمہیں روکا گیا ہے اور جن خواہشات کو تم نے اپنے قلب سے نکال پھینکا ہے ان کو دوبارہ کبھی داخل نہ ہونے دو۔''(۲)

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

التوبة تبديل الحركات المذمومة بالحركات المحمودة، و لا يتم ذلک إلا بالخلوة و الصمت۔ (۳)

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۴: ۵۳۵، رقم: ۴۲۵۲
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۶، رقم: ۳۵۶۸

(۲) عبد القادر جيلاني، فتوح الغيب: ۱۵

(۳) غزالي، إحياء العلوم الدين، ۴: ۴

’’توبہ کا مطلب ہے قابلِ مذمت افعال کو قابلِ ستائش افعال سے تبدیل کرنا اور یہ مقصد خلوت اور خاموشی اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔‘‘

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ توبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’یہ دل کی ندامت، زبان سے بخشش مانگنے، اعضائے ظاہری کے گناہ ترک کردینے کا نام ہے اور اس بات کو توبہ کہا جاتا ہے کہ توبہ کرنے والا دل میں یہ بات پوشیدہ رکھے کہ وہ لوٹ کر ایسا برا کام نہ کرے گا۔‘‘(۱)

حضرت بوشنجی علیہ الرحمۃ سے توبہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

إذَا ذَكَرْتَ الذَّنْبَ ثُمَّ لَا تَجِدُ حَلَاوَةً عِنْدَ ذِكْرِهِ فَهُوَ التَّوْبَةُ۔(۲)

’’جب تم گناہ کو یاد کرو تو پھر تم اس کی یاد میں لذت نہ پاؤ تو وہ توبہ ہے۔‘‘

شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:

التوبة أن تتوب من كل شئ سوى الله ﷻ۔(۳)

’’توبہ یہ ہے کہ تو خدا کے سوا ہر چیز سے رجوع کرلے۔‘‘

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اسے چھوڑ کر ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتے ہوئے، پچھلے تمام گناہوں پر نادم ہوکر اللہ سے معافی مانگ لے کہ وہ بقیہ زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق بسر کرے گا اور گناہوں کی زندگی سے کنارہ کش ہوکر اللہ کی رحمت و مغفرت کی طرف متوجہ ہو جائے گا اس عہد کرنے کا نام توبہ ہے۔

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۶۵

(۲) قشیری، رسالة قشیریة: ۹۶

(۳) ۱۔ قشیری، رسالة قشیریة: ۹۵

۲۔ سہروردی، عوارف المعارف: ۶۵۰

اِستغفار کا مفہوم

توبہ و استغفار کی اصطلاح ایک مترادف اصطلاح کے طور پر متداول ہے۔ اس کے معانی و مفاہیم بھی ایک دوسرے کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ استغفار کا مادہ ’’غَفَرَ‘‘ ہے اور یہ باب استفعال کا مصدر ہے۔ اس کے معنی بخشش و مغفرت چاہنے اور سابقہ گناہوں سے معافی مانگنے کے ہیں۔ (۱)

توبہ اور اِستِغفار میں فرق

ندامتِ قلب کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گناہ سے رک جانا توبہ ہے جبکہ ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنا ’’استغفار‘‘ ہے۔ ’’توبہ‘‘ اصل ہے جبکہ توبہ کی طرف جانے والا راستہ ’’استغفار‘‘ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود میں چار مقامات پر توبہ سے قبل استغفار کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ○ (۲)

’’اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقت معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا اور ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کی جزا دے گا (یعنی اس کے اعمال و ریاضت کی کثرت کے مطابق اجر و درجات عطا فرمائے گا)، اور اگر تم نے روگردانی کی، تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں○‘‘

(۱) بستانی، محیط المحیط: ۲۶۲، ۶۵۶

(۲) ہود، ۱۱: ۳

۲۔ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْکُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ○[1]

’’اور اے لوگو! تم اپنے رب سے (گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں (صدقِ دل سے) رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا○‘‘

۳۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ط اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ○[2]

’’سوتم اس سے معافی مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول فرمانے والا ہے○‘‘

۴۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ط اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ○[3]

’’اور تم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو بیشک میرا رب نہایت مہربان محبت فرمانے والا ہے○‘‘

ان آیاتِ کریمہ میں بھی پہلے استغفار کا حکم فرمایا گیا ہے اور پھر توبہ کا، علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ توبہ واستغفار میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الإستغفار لا یکون توبة بالاجماع ما لم یقل معه تبت و أسات و لا أعود إلیه أبدا فاغفرلي یا رب○[4]

(۱) هود، ۱۱: ۵۲

(۲) هود، ۱۱: ۶۱

(۳) هود، ۱۱: ۹۰

(۴) آلوسی، روح البیان، ۴: ۹۱

”اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ استغفار اس وقت تک توبہ نہیں بنتا جب تک بندہ یوں نہ کہے ”میں نے توبہ کی اور میں نے بُرا کیا اور میں بُرائی کی طرف کبھی نہیں لوٹوں گا، پس اے رب! تو مجھے بخش دے o“

گویا گناہوں سے باز آنا، آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا ”توبہ“ ہے جبکہ اللہ سے معافی طلب کرنا، گناہوں کی بخشش مانگنا اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ و زاری کر کے اپنے مولا کو منانا استغفار ہے۔

توبہ و استغفار کی اَہمیت وفضیلت

ہمہ وقت گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کی صفت ہے۔ ہمیشہ گناہوں میں غرق رہنا شیطان کی خصلت ہے۔ جبکہ گناہوں پر نادم ہوکر توبہ کرنا اور معصیت کی راہ چھوڑ کر شاہراہِ ہدایت میں قدم رکھنا اولادِ آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ اس کی فطرت میں موجود اعلیٰ تر بلند مقامات اور جاہ و منصب تک جانے کی خواہش کی آڑ میں اسے مرتبہ انسانیت سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے اس نے مومن بندوں کو قیامت تک گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَo[1]

”ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں کو) خوب آراستہ وخوشنما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا o“

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں شیطان مردود کی اس قسم کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) الحجر، ۱۵: ۳۹

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَ عِزَّتِکَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَکَ مَادَامت اَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. قَالَ الرَّبُّ: وَ عِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُلَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي۔[1]

”شیطان نے (بارگاہِ الٰہی میں) کہا: (اے اللہ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہیں گی گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔“

اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں پر بھی نظرِ رحمت فرماتا ہے کیونکہ جب وہ اللہ کے حضور معافی طلب کرتے ہیں اور التجا و مناجات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوکر ان کی بخشش فرماتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو سچی توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔[2]

”اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو۔“

توبۃ النصوح سے نفس کی بدخوئی، کرختی اور سرکشی نرمی میں بدل جاتی ہے۔ اس کے بعد نفس نہ صرف محاسبہ اور مراقبہ میں مشغول ہوکر پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے بلکہ اب تک خواہشِ نفسانی کی پیروی کے باعث اس کے اندر جو آگ شعلہ زن تھی وہ بھی بجھ جاتی ہے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۹، رقم: ۱۱۲۵۷
۲۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۲۹۰، رقم: ۷۶۷۲

(۲) التحريم، ۶۶: ۸

۱۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو کلماتِ توبہ کی تعلیم

توبہ و استغفار کی اہمیت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے بھول ہوگئی اور قربِ الٰہی میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے ارادے سے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو انہوں نے اپنی بھول کا اقرار کیا اور بارگاہِ الٰہی میں معافی کی التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ التجا قبول فرمائی اور انہیں توبہ کے چند کلمات سکھائے۔ آپ علیہ السلام نے ان کلمات کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توبہ کی جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝[1]

’’پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ لئے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۝‘‘

ان کلماتِ توبہ کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝[2]

’’دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۝‘‘

(۱) البقرة، ۲: ۳۷

(۲) الاعراف، ۷: ۲۳

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی کثرتِ توبہ و استغفار

ہمارے آقا و مولا حضور رحمت عالم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ حبیب خدا اور معصوم عن الخطا ہونے کے باوجود دن میں ستر ستر اور سو سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

وَاللهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً ۝ (۱)

’’اللہ گواہ ہے، میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔‘‘

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يا أَيُّهَا النَّاس! تُوبُوْا إِلَى اللهِ فَإِنِّى أَتُوبُ فِى الْيَوْم إِلَيْهِ مائة مَرَّةٍ۔ (۲)

’’اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور بخشش چاہو، بے شک میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔‘‘

بلا شبہ آپ ﷺ کا یہ عمل تعلیمِ امت کے لئے تھا کیونکہ آپ ﷺ کی ذات گناہوں اور لغزشوں سے مبرّا اور پاک تھی۔ نیز آپ ﷺ کی توبہ و استغفار کا درجہ اخص

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الدعوات، باب استغفار النبى ﷺ فى اليوم و الليلة، ۵: ۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۸
۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الأدب، باب الإستغفار، ۴: ۲۹۲، رقم: ۳۸۱۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر و الدعاء و التوبه و الإستغفار، باب: إستحباب الإستغفار و الإستكثار منه، ۴: ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، رقم: ۲۷۰۲
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵: ۳۸۰، رقم: ۷۰۲۲

الخواص کی توبہ و استغفار کا تھا کہ جس کا مقصد مقاماتِ قرب و وصال کے عروج تک رسائی ہے گناہوں کی معافی نہیں۔ بایں ہمہ اس حدیث مبارکہ سے توبہ و استغفار کی فضیلت و اہمیت کا کمال درجہ اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ توبہ و استغفار رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے

توبہ و استغفار اللہ کی رضا و خوشنودی کا سبب بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی نظر میں تائبین اللہ کے پسندیدہ اور محبوب بندے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَo(۱)

’’بیشک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔‘‘

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اس سے نکل جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے۔ جس وقت وہ سواری سے مایوس ہو کر لیٹا ہوا ہو۔ اچانک وہ دیکھے کہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے، وہ اس کی مہار پکڑ لے پھر خوشی کی شدت سے یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِی وَ أَنَا رَبُّکَ۔(۲)

(۱) البقرة، ۲: ۲۲۲

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب: فی الحض علی التوبة و الفرح بها، ۴: ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، رقم: ۲۷۴۷

''اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔''

یعنی شدتِ مسرت کی وجہ سے الفاظ الٹ جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَ الَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِکُمْ، وَ لَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ فَیَغْفِرُ لَهُمْ۔ (۱)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہیں (دنیا) سے لے جاتا اور ایسی قوم (تمہاری جگہ) لے آتا جو گناہ کرتی پھر وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتی تو اللہ انہیں معاف فرما دیتا۔''

اس حدیثِ مبارکہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ لوگ بالقصد گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ چاہے کتنے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔ عبادت گزار اور نیکوکار بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہیں کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے حساب نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا، اس لئے ہر وقت اپنی کوتاہ دامنی اور عبادت کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے اور اگر انسان سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً توبہ و استغفار کرے، توبہ کو مؤخر نہ کرے اور اس سے غافل نہ ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو توبہ و استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللهِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ط وَ اللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، ۴: ۲۱۰۶، رقم: ۲۷۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۹، رقم: ۸۰۶۸

۳۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۵: ۴۱۰، رقم: ۷۱۰۲

(۲) المائدہ، ۵: ۷۴

”کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب (نہیں) کرتے، حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo“

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًاo(۱)

”تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہےo“

اسی مفہوم میں سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں کی مفغرت اور آنیوالے گناہوں سے حفاظت کے سوا اور کچھ طلب نہ کرو۔“(۲)

۴۔ توبہ و استغفار کرنے والوں کے لئے بخشش و مغفرت کی نوید

توبہ و استغفار تمام حجابات کو اٹھا دینے والا عمل ہے۔ اگر انسان سے کوئی بُرا کام سرزد ہو جائے اور وہ نادم و پشیمان ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو اس کے دل کا آئینہ صاف اور شفاف ہو جاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (۳)

”پھر جو شخص اپنے (اس) ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کرلے تو بیشک اللہ اس پر

(۱) النصر، ۱۱۰: ۳
(۲) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۱۴۲
(۳) المائدہ، ۵: ۳۹

رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے٥‘‘

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا٥(۱)

’’تمہارا رب ان (باتوں) سے خوب آگاہ ہے جو تمہارے دلوں میں ہیں، اگر تم نیک سیرت ہو جاؤ تو بیشک وہ (اللہ اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے٥‘‘

سچی توبہ ایسا مقبول عمل ہے کہ اگر قاتل بھی کرے تو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَضْحَكُ اللهُ إِلَى رَجُلَيْنِ، يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، يَدْخُلانِ الْجَنَّةَ: يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيْلِ اللهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللهُ عَلَى الْقَاتِلِ، فَيُسْتَشْهَدُ۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر (اپنی شان کے مطابق) ہنستا ہے حالانکہ انہوں نے ایک دوسرے سے جنگ کی ہوگی اور دونوں جنت میں جائیں گے۔ ان

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب: اَلْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ، فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَ يُقْتَلُ، ۳: ۱۰۴۰، رقم: ۲۶۷۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأمارة، باب: بيان الرجلين، يقتل أحدهما الاخر، يدخلان الجنة، ۳: ۱۵۰۴، رقم: ۱۸۹۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۸، رقم: ۸۲۰۸

میں سے ایک اللہ کی راہ میں لڑ کر قتل ہوا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا اور (وہ مسلمان ہوکر) شہادت پا لے گا۔‘‘

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں توبہ و استغفار کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’جو شخص بستر پر جاتے وقت یہ کلمات اسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ أَتُوْبُ إِلَيْهِ (میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ قائم رکھنے والا ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) تین مرتبہ کہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشش دیتا ہے۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ، درختوں کے پتوں، باہم ملی جلی ریت (کے ذرات) اور دنیا کے دنوں کے برابر ہوں۔‘‘(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لغو باتیں کیں تو وہ اٹھنے سے پہلے سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَستغفِرُکَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْکَ (اے اللہ میں تعریف کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں) کہے تو ان لغو باتوں سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء إذا أوی إلی فراشه، ۵: ۴۰۳، رقم: ۳۳۹۷
۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الطهارة، باب في الاستغفار، ۱: ۵۶۲، رقم: ۱۵۱۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا قام من مجلسه، ۵: ۴۳۱، ۴۳۲، رقم: ۳۴۳۳
۲۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۷۲۰، رقم: ۱۹۷۰

(۱) حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی قبولیت توبہ

غزوہ تبوک میں جب حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی تیاری کا حکم فرمایا تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی غزوہ تبوک کے لئے بڑے ذوق وشوق سے دو اونٹنیاں اور سامانِ جہاد خرید لیا۔مگر جب روانگی کا وقت آیا تو درختوں اور پھلوں کی دیکھ بھال میں مشغول رہے صحابہ کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے روزانہ یہی سوچتے رہے کہ کل صحابہ کے ساتھ جا ملوں گا لیکن کسل مندی، غفلت شعاری اور کاہلی نے ایسا جکڑا کہ جانے کا پروگرام نہ جانے میں بدل گیا۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ باوجود صحت، وسائل اور تنومندی کے جہاد پر نہیں گئے تھے اس لیے آپ کا ضمیر ہر وقت ملامت کرتا رہتا تھا اور آپ اپنی کاہلی کی وجہ سے غلطی پر پشیمان رہتے تھے۔ ہر وقت زار و قطار روتے رہتے۔ منافقین طرح طرح کے حیلے اور عذر تراشنے کا مشور دیتے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے سچ بولنے کا پختہ عزمِ کر لیا۔ چنانچہ جب حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیعہ اور حضرت ہلال بن امیہ واقفی جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سچ سچ عرض کر دیا اور معافی کے خواستگار ہوئے، آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کے لئے استغفار کیا۔ جب حضرت کعب بن مالک حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں معافی کے لئے حاضر ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کو انتظار کی کوفت اور آزمائش میں ڈال دیا گیا اور معافی کا معاملہ ملتوی ہوگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ آپ کے گھر والوں نے بھی آپ سے قطع کلامی کرلی۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جاتے تو ایک گوشے میں بیٹھ کر نماز ادا کرتے۔ آپ سے غلطی سرزد ہونے کی سب سے بڑی سزا یہ تھی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ پر نظر تک ڈالنا چھوڑ دی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ دل شکستہ اور غم زدہ ہوگئے ۔دل پر چھریاں چلنے لگیں، عالم یہ تھا کہ آنکھیں ہر وقت خون کے آنسو روتی رہتیں ۔ایک دن آپ اپنے چچا زاد بھائی ابو

قتادہ رضی اللہ عنہ جنہیں آپ سے بہت محبت تھی کے پاس گئے لیکن انہوں نے بھی حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں نظریں پھیر لیں۔ حضرت کعب کا دل چکنا چور ہوگیا، روتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ شاہِ غسان کو جب حضرت کعب بن مالک کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراضگی کی خبر ملی تو اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قاصد کو بھیجا اور لکھا کہ:

”ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب اور دوسرے لوگوں نے تم سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ ہم تمہاری قدر و منزلت پہچانتے ہیں۔ اللہ نے تجھے ذلت اور رسوائی کی جگہ رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ اگر تم ہمارے قاصد کے ساتھ ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری دل جوئی کریں گے اور تم ہمیں اپنا انتہائی قدردان پاؤ گے۔“

یہ خط پڑھ کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا۔ خشیتِ الٰہی سے تھرتھر کانپنے لگے کہ اب دین کے دشمنوں نے بھی تختۂ مشق بنانے کے لئے انہیں اپنا سمجھنا شروع کردیا ہے۔ اور آقا سے جدا کرنے کی دعوتیں دینے لگے ہیں۔ الغرض حضرت کعب رضی اللہ عنہ ہر وقت اپنے رب کے حضور توبہ اور استغفار کرتے ہوئے اللہ کے فیصلے کا انتظار کرتے رہتے۔ آخر چالیسویں روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بیوی سے الگ ہوجانے کا پیغام بھیجا۔ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم پر سجدہ شکر بجا لائے کہ آقا کی طرف سے کوئی پیغام تو آیا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں بیوی کو میکے بھیج دیا اور دن رات بارگاہ ایزدی میں آہ و زاری اور معافی کی درخواست کرنے لگے حتیٰ کہ پچاسویں روز رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی قبولیتِ توبہ کی وحی نازل ہوئی۔ جیسے ہی حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو قبولیت توبہ کی خبر ملی تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوکر شکر بجا لائے اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو توبہ قبول ہونے پر مبارک دی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے قبولیت توبہ کی خوشی میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں صدقہ کردیا اور فرمایا:

إِنَّ اللهَ إِنَّمَا أَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَابَقِيْتُ۔ (۱)

’’اللہ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے۔ اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں زندگی بھر ہمیشہ سچ بولوں گا۔‘‘

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (۲)

’’یقیناً اللہ نے نبی (معظم ﷺ) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوۂ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (ﷺ) کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے ۝ اور ان تینوں شخصوں پر (بھی نظرِ رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانا نہیں

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب التوبہ والاستغفار، باب قبول توبۃ القاتل، ۴:۲۱۲۷، رقم: ۲۷۶۸

(۲) التوبہ، ۹: ۱۱۷، ۱۱۸

بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بیشک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہےo‘‘

(۲) قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت کی قبولیتِ توبہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اس کا اندازہ حدیثِ مبارکہ میں مذکور درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

’’جہینہ قبیلہ کی ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس حال میں کہ وہ زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں حد کے جرم کی مرتکب ہوچکی ہوں پس آپ ﷺ مجھ پر (حد) قائم کریں تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ اسے اچھی طرح رکھنا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک! اس نے ایسی توبہ کی ہے، اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے؟ کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا و رخوشنودی کے لئے پیش کر دیا۔‘‘(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسه بالزنا، ۳: ۱۳۲۴، رقم: ۱۶۹۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدیات، باب: تربُّصِ الرَّجْمِ بِالحُبْلٰی حتّٰی تَضع، ۳: ۱۰۵، رقم: ۱۴۳۵

(۳) سو افراد کے قاتل کی قبولیتِ توبہ

اگر انسان کا ضمیر مردہ نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک بہت گنہگار اور بدکار شخص تھا۔ اس کے دل میں ایک خلش اور کھٹک سی تھی جو اسے بے چین کیے ہوئے تھی اس کا دل اور ضمیر بالکل مردہ نہیں ہوا تھا کہ اس کی اسی خلش اور جستجو نے اس کی بخشش کا سامان کر دیا، صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانویں جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ پس اس کی ایک راہب (عبادت گزار) کی طرف لوگوں نے راہنمائی کی۔ وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا: میں نے ننانویں جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ اس (راہب) نے کہا: نہیں! پس اس نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا پھر اس زمانے کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو کسی نے ایک عالم کی، طرف اس کی راہنمائی کی، اس نے اس کے پاس جا کر کہا: میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ تو اس عالم نے کہا: جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان اب بھی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ تم اس فلاں بستی کی طرف جاؤ۔ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، تو بھی ان کے ساتھ مل کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور پھر کبھی اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ جانا کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔ پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب کم و بیش آدھے راستہ پر پہنچا ہی تھا کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے

عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا۔ اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کرلیا تو اس نے کہا: دونوں اطراف کی زمینوں کی پیمائش کرلو۔ پس وہ جس زمین سے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ پس انہوں نے زمین کو ماپا تو اس زمین کو طول میں کم پایا جس کی طرف جانے کا اس نے ارادہ کیا تھا۔ پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کرلی۔‘‘(۱)

امام نووی علیہ الرحمۃ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح لکھتے ہوئے علماء کرام کا یہ قول نقل کرتے ہیں ’’ توبہ کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کئے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں، گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں، ان سے قطع تعلقی اختیار کرلے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی تائب ہو جائیں علاوہ ازیں علماء، صلحاء، عبادت گزاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔‘‘(۲)

(۴) حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کی توبہ

خالص اور سچی توبہ کرنے والوں میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ ان کے ہاتھوں سے خاک بھی سونا بن جاتی ہے حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کی توبہ کے واقعہ سے توبہ کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ پہلے ایک راہزن تھے، راہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل و انہ کثر قتلہ، ۴: ۲۱۱۸، رقم: ۲۷۶۶
۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب أم حَسِبْتَ أَنَّ أصحَابَ الْکَھْفِ و الرَّقِیْم، ۳: ۱۲۸۰، رقم: ۳۲۸۳
(۲) نووی، شرح مسلم، ۱۷: ۸۳

گیروں اور مسافروں کو لوٹتے تھے مگر لوٹی ہوئی چیز اور اس کے مالک کا نام لکھ لیتے۔ ایک دن اس راہ سے ایک قافلہ گزرا۔ اس میں ایک حافظِ قرآن یہ آیت با آواز بلند پڑھتا جا رہا تھا۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○[1]

”آپ فرما دیجئے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے○“

جب اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت حضرت فضیل علیہ الرحمۃ کے کان تک پہنچی تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اللہ کی طرف لو لگانے کی رغبت پیدا ہوئی، وہ اس حافظ قرآن کے نزدیک آئے اور کہا: کیا اللہ تعالیٰ مجھ جیسے راہزن اور بدکار شخص کو بھی بخش دے گا؟ اس نے جواب دیا: جب تک زندگی ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو خالص توبہ کے ذریعے میری بارگاہ میں آئے وہ ضرور بخشا جائے گا۔ پس حضرت فضیل علیہ الرحمۃ نے اس حافظ قرآن کے ہاتھ پر توبہ کی، پھر حضرت فضیل علیہ الرحمۃ ان چیزوں کے مالکوں کے پاس گئے جن کا نام لکھ رکھا تھا۔ ان کو خوش کیا اور ان کو لوٹا ہوا مال لوٹا دیا، مگر ایک یہودی اپنے دینار واپس لینے پر خوش نہ ہوا۔ اس نے کہا میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی امتِ محمدی علیہ السلام کا تائب اپنا ہاتھ خاک پر مارے تو خاک سونا ہو جائے گی۔ یہودی نے ایک برتن ٹھیکریوں سے بھرا اور حضرت فضیل علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں دیا۔ انہوں نے انہیں چھو کر اس یہودی کے ہاتھ میں دیا تو ساری ٹھیکریاں سونا ہو گئیں۔ پس وہ یہودی اپنے خاندان سمیت مسلمان ہو گیا۔[2]

(۱) الزمر، ۳۹: ۵۳

(۲) ابن عطار، تذکرة الأولیاء: ۶۴

(۵) توّابین کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولنے کا حکم

توبہ و استغفار کی فضیلت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تائب کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھولنے کا حکم فرماتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر کلمہ شہادت پڑھا اور یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔[1]

’’اے اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے۔

تو اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔‘‘

(۶) تائبین کے مال اور اولاد میں برکت

توبہ و استغفار کرنے والوں پر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ○[2]

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الطهارة، باب ما يقال قيال بعد الوضوء، ۱: ۹۹، رقم: ۵۵

(۲) نوح، ۷۱: ۱۰۔ ۱۲

’’پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہےo وہ تم پر بڑی زوردار بارش بھیجے گاo اور تمہاری مدد اَموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اُگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گاo‘‘

(۷) توبہ کرنے والوں کی نیکیوں میں اضافہ

توبہ کرنے سے نہ صرف انسان کی برائیاں مٹ جاتی ہیں بلکہ تائب کے نامہ اعمال میں اللہ رب العزت اتنی ہی نیکیوں کا اضافہ فرما دیتا ہے۔ سورۃ الفرقان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاo[۱]

’’مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےo‘‘

حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے اگر توبہ کے بعد زندگی کی اصلاح کر لی جائے تو گزشتہ زندگی کے تمام گناہ معاف ہو کر نیکیوں میں بدل جاتے ہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے آخر میں دوزخ سے کون نکلے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک ایسا شخص ہو گا جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا (فرشتوں سے) کہا جائے گا: اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی اس کی

(۱) الفرقان، ۲۵: ۷۰

نظروں سے اوجھل رکھو‘ چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا ’’تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا۔ وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور کہے گا: میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہو گا کہ کہیں ان کا حساب نہ شروع ہو جائے:

فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَکَ مَکَانَ کُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ: رَبِّ! قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَاهُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔(۱)

’’اس شخص سے کہا جائے گا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے، وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کئے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں۔‘‘

(۸) توبہ و اِستغفار اور صفائے قلب

انسان کا دل آئینے کی طرح صاف ہے، اس کو ملکوتی کے جوہر سے آراستہ کیا گیا ہے مگر جب انسان اس کی حفاظت نہ کر پائے تو اس پر نفسانی خواہشات، حرص و ہوس اور گناہوں کے باعث سیاہی چھا جاتی ہے نیک اعمال اور توبہ و استغفار کا عمل اس سیاہی اور تاریکی کو دور کر کے آئینہ قلب کو صاف وشفاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۷۷، رقم: ۱۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء أَنَّ لِلنَّار نَفَسَيْن وَمَا ذُکِرَ من يَخْرُجُ مِنَ النَّار أهلِ التوحِيد، ۴: ۳۴۴، ۳۴۵، رقم: ۲۵۹۶

کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتُ نُكْتَةٌ سَوُدَاءُ فِي قَلُبِهِ، فَإِنُ تَابَ وَ نَزَعَ وَاسْتَغُفَرَ صُقِلَ قَلُبُهُ، فَإِنُ زَادَ زَادَتُ فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللهُ فِي كِتَابِهِ ﴿كَلَّا بَلُ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمُ مَّا كَانُوا يَكُسِبُونَ٥﴾(۱)۔(۲)

"مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرے، (گناہ سے) ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے (لیکن) اگر وہ زیادہ (گناہ) کرتا جائے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے۔ (یہاں تک) کہ اس کے (پورے) دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یہی وہ "ران" (زنگ) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا: ﴿(ایسا) ہرگز نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے (اس لیے آیتیں ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں)﴾۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنّ لِلقلوبِ صَدأً كصدأ النحاس، و جلاؤُها الاستغفار۔(۳)

"پیتل (یا لوہے) کی طرح دلوں کا بھی ایک زنگ ہے اور اس کا صیقل گر استغفار ہے۔"

---

(۱) المطففين، ۸۳: ۱۴

(۲) ۱۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ۴: ۵۳۲، رقم: ۴۲۴۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين، ۵: ۳۵۹، رقم: ۳۳۳۴

(۳) ۱۔ بیهقی، شعب الإيمان، ۱: ۴۴۱، رقم: ۶۴۹

۲۔ طبرانی، المعجم الصغير، ۱: ۳۰۸، رقم: ۵۰۹

توبہ سے غافل رہنے والوں کے لئے وعید

جو لوگ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت کا سوال نہیں کرتے اور غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے توبہ نہیں کرتے ان کے لئے قرآن و سنت میں سخت وعید آئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ○ (۱)

”بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لئے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لئے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے○“

سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنۡ لَّمۡ يَتُبۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ○ (۲)

”اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں○“

ایک اور مقام پر توبہ میں غفلت کرنے والوں کو متنبہ کرنے کے لئے ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَا يَرَوۡنَ اَنَّهُمۡ يُفۡتَنُوۡنَ فِىۡ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوۡ مَرَّتَيۡنِ ثُمَّ لَا يَتُوۡبُوۡنَ وَلَا هُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ○ (۳)

”کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال میں ایک بار یا دو بار مصیبت میں مبتلا کئے

---

(۱) البروج، ۸۵: ۱۰

(۲) الحجرات، ۴۹: ۱۱

(۳) التوبۃ، ۹: ۱۲۶

جاتے ہیں پھر (بھی) وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں٥‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے جہاں متعدد مقامات پر توبہ کرنے والوں کے لئے انعام و اکرام کی بشارت دی وہاں توبہ میں سستی کرنے والوں اور جلد توبہ نہ کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی کڑی وعید بھی سنائی ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں، جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے: حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کونسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا اور نوحہ کرنا۔‘‘

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔(۱)

’’نوحہ کرنے والے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کریں تو انہیں قیامت کے دن گندھک اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص شراب پیئے، اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر دوبارہ پیئے تو چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں، لیکن اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے پھر اگر تیسری مرتبہ ایسا کرے تو اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب التشديد فى النياحة، ۲: ۶۴۴، رقم: ۹۳۴

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۴۱۲، رقم: ۳۱۴۳

نہیں ہوتیں۔ اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر چوتھی مرتبہ یہی حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں بھی قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں فرماتا اور (قیامت کے دن) اس کو نہرِ خبال سے (پانی) پلائے گا۔ (نہرِ خبال) کے بارے میں پوچھا گیا اے ابو عبد الرحمٰن! نہرِ خبال کیا ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نَهْرٌ مِنْ صَدِيد أهلِ النَّارِ۔(۱)

”دوزخیوں کے لیے پیپ کی ایک نہر ہے۔“

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی سے بچنے اور گناہوں کی بخشش کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان بلا تاخیر اس کی بارگاہ میں رجوع کرے اور توبہ و استغفار بجا لائے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ ہر مقام کی اصل، بنیاد، ہر روحانی طور پر سربستہ حال کی کنجی اور علامتِ یقین ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک راہِ حق کے طالبوں کا پہلا قدم ہی توبہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ تصوف کی راہ پر چلنا چاہیں، سلوک کی منزلوں کو طے کرنے کا ارادہ کریں، اپنے خالقِ حقیقی سے ٹوٹا ہوا تعلق جوڑنے کے لئے اللہ کی راہ کا مسافر بننا چاہیں تو خوب جان لیں کہ بارگاہِ خداوندی میں صدق و اخلاص کے ساتھ توبہ ہی راہِ سلوک کے سفر کا نقطۂ آغاز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے عمارت کی تعمیر کے لئے زمین درکار ہو اور جس کے پاس زمین نہ ہو وہ عمارت تعمیر نہیں کرسکتا۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الأشربة، کتاب ماجاء فی شارب الخمر، ۳: ۲۹۰، رقم: ۱۸۶۲

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأشربة، باب ماجاء في السکر، ۳: ۳۲۶، رقم: ۳۶۸۰

''توبہ کی حقیقت کے بارے میں عارفین کا اختلاف ہے۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ تو گناہوں کو نگاہوں کو سامنے رکھ اور بقیہ زندگی نادم ہوتا رہ اور بعض کے نزدیک توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تو گناہ کو بھول جا۔''(۱)

دراصل یہ دو گروہوں کے دو جدا جدا طریقے اور اہل مقام کے دو حال ہیں، سالکین اور خائفین کا طریق گناہوں کو یاد رکھنا، ان کو یاد کر کے ہمیشہ غم اور خوف میں مبتلا رہنا ہے جبکہ عارفین اور اہلِ محبت کا طریق و حال یہ ہے کہ وہ ذکر و اذکار میں اس درجہ مصروف ہوں اور اعمالِ صالحہ میں اس قدر خشوع و خضوع سے منہمک ہوں کہ گناہوں کو یکسر بھول جائیں۔

اسی طرح امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) ''کیمیائے سعادت (ص: ۶۱۴، ۶۱۵)'' میں توبہ کی اصل حقیقت یوں واضح کرتے ہیں:

''ایمان و معرفت کا جو نور پیدا ہوتا ہے وہ توبہ کی اصل ہے۔ اس نور کے سبب آدمی دیکھتا ہے کہ گناہ زہرِ قاتل ہے۔ جب وہ محسوس کرتا ہے کہ اس زہر کے نتیجے میں اب میں ہلاکت کے قریب ہوں، تو پھر اسے ایسی ہی پریشانی لاحق ہوتی ہے جیسے اس آدمی کو جو زہر کھائے اور پشیمان ہو جائے، پھر اس پشیمانی کے سبب انگلی حلق میں ڈال کر قے کرے اور فکر و تدبیر کرے تاکہ زہر کا اثر جاتا رہے۔ اسی طرح مجرم و گنہگار جب دیکھتا ہے کہ میری شہوت پرستی زہریلے میوے اور شہد کی مانند تھی اور اس سے اسے مٹھاس معلوم ہوتی تھی مگر اب اسے سانپ کی طرح ڈستی ہے، تو وہ گزشتہ دور کی غلطیوں پر پشیمان ہوتا ہے۔ اس کے خرمنِ جان میں خوف کی آگ لگ جاتی ہے۔ اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہ حالی میں مبتلا سمجھتا ہے۔ خواہش و گناہ کی جو حرص ہے، وہ خوف و پشیمانی کی آگ میں جل جاتی ہے اور وہ خواہش اس طرح حسرت سے بدل جاتی ہے کہ

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۷۱

وہ آئندہ اس گناہ کے قریب نہ جانے کا ارادہ کرتا ہے، پھر وہ جفا کا لباس اتار کر وفا کی بساط بچھاتا ہے اور اپنی حرکات وسکنات کو بدل دیتا ہے۔ جس طرح اس سے قبل سراپا فخر وغرور اور غافل و مدہوش تھا اب ہمہ تن گریہ و زاری اور حسرت وندامت ہوجاتا ہے۔ پہلے اہلِ غفلت اس کے دوست تھے اب اہلِ معرفت کی مجالس ڈھونڈتا ہے، تو معلوم ہوا کہ توبہ فی نفسہ پشیمانی ہے جس کی اصل معرفتِ نور ہے اور اس کی فرع حالات کو بدلنا اور معصیت و مخالفت سے اِطاعت وموافقت کی طرف اپنے آپ کو منتقل کرنا ہے۔‘‘

توبہ کی اقسام

توبہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ ظاہری توبہ　　　۲۔ باطنی توبہ

۱۔ ظاہری توبہ

ظاہری توبہ یہ ہے کہ انسان قولاً وفعلاً اپنے تمام اعضائے ظاہری (آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ) کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگادے اور خود کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا رہے۔ نیز شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے مخالف افعال سے تائب ہوکر شرعی احکامات کے مطابق عمل پیرا ہو۔

۲۔ باطنی توبہ

باطنی توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دل کو گناہوں کی غلاظتوں اور آلائشوں سے پاک کرکے شریعت کے موافق اعمالِ صالحہ کی پابندی کرے۔ جب انسان کا ظاہر حکمِ الٰہی کے موافق ہوجائے اور قلب و باطن بھی اللہ رب العزت کی اطاعت میں ڈھل جائے اور برائی نیکی سے بدل جائے تب تصوف کی ’’ت‘‘ مکمل ہوگی اور اس کو کامل توبہ نصیب ہوگی۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَةُ: تَوْبَتَانِ: تَوْبَةُ الإِنَابَةِ وَتَوْبَةُ الإِسْتِجَابَةِ. فَتَوْبَةُ الإِنَابَةِ. أَنْ يَّتُوْبَ الْعَبْدُ خَوْفًا مِنْ عُقُوْبَتِهِ، وَتَوْبَةُ الإِسْتِجَابَةِ أَنْ يَتُوْبَ حَيَاءً مِنْ كَرَمِهِ۔(۱)

”توبہ کی دو صورتیں ہیں، ایک توبہ انابت ہے اور دوسری توبہ استحیاء ہے۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ استحیاء یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کے کرم کا حیاء کرے اور شرم کے مارے توبہ کرے۔“

شیخ حسن المغازلی علیہ الرحمۃ سے کسی نے توبہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: ”تم مجھ سے کس توبہ کے بارے میں دریافت کررہے ہو؟ توبہ انابت یا توبہ استجابت! سائل نے کہا کہ توبہ انابت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، توبہ انابت یہ ہے کہ تم خداوند تعالیٰ سے اس لئے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے، سائل نے کہا کہ توبہ استجابت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: توبہ استجابت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے حیا کرو کہ وہ تمہارے قریب ہے۔ اگر یہ توبہ کسی بندے کے دل میں درست ہوجائے تو وہ نماز میں بھی اللہ کے سوا ہر ایک وسوسہ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے۔ توبہ استجابت مقربین کے دلوں میں لازمی طور پر جاگزیں ہوتی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے:

وجُوْدکَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ۔(۲)

”تمہاری ہستی بذات خود ایک ایسا گناہ ہے جس کے ہوتے ہوئے دوسرے گناہ کا قیاس کرنا ہی عبث ہے۔“

(۱) ہجویری، کشف المحجوب: ۴۳۴

(۲) سہروردی، عوارف المعارف: ۶۴۹

توبہ کے درجات

درجات کے اعتبار سے توبہ کی تین اقسام ہیں:

ا۔ عوام الناس کی توبہ

عام بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں عذابِ آخرت کا خوف اس کے دل پر غالب آ جاتا ہے۔ خوف کا یہ تصور اس کی توبہ کا اس طرح محرک بن جاتا ہے کہ وہ بارگاہِ رب ذوالجلال میں اس خوف کی وجہ سے اپنے اعمال پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا اِنَّ رَبَّکَ مِنْم بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo[۱]

’’اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے (تو) بیشک آپ کا رب اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہےo‘‘

گویا اعمال بد سے توبہ کرنا، توبہ کا پہلا درجہ ہے اور ایسی توبہ کرنے والے کو تائب کہتے ہیں۔ اس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔[۲]

’’گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔‘‘

(۱) الاعراف، ۷: ۱۵۳

(۲) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر التوبه، ۴: ۵۳۴، ۵۳۵، رقم: ۴۲۵۰

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱

۲۔ خواص کی توبہ

یہ لوگ اللہ کو بھول جانے، اس کی یاد سے غافل رہنے، اس کے منانے سے بے فکر رہنے، اس کی نعمتوں اور اس کی بارگاہ سے حاصل ہونے والے اجر و ثواب چھن جانے کے خوف سے اور مقام و مرتبہ سے محرومی کے ڈر کی وجہ سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ توبہ کا دوسرا درجہ ہے۔ اس کو 'انابت' کہتے ہیں اور ایسی توبہ کرنے والا شخص منیب کہلاتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙنِ ○ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○(۱)

''جو (خدائے) رحمان سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی بارگاہ میں) رجوع و اِنابت والا دِل لے کر حاضر ہوا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی کا دن ہے۔''

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

توبة العوام من الذنوب وتوبة الخواص من الغفلة۔(۲)

''عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔''

۳۔ اَخصّ الخواص کی توبہ

اخص الخواص یعنی اللہ کے ان خاص بندوں کی توبہ کا کمال فقط منیب بن جانے پر موقوف ہی نہیں بلکہ خاصانِ خدا کے اس گروہ میں اللہ کے مقرب بندے ہیں اور ان کا

(۱) قٓ، ۵۰: ۳۳، ۳۴

(۲) قشیری، الرسالة القشیرية: ۹۵

مقام اوّابیت ہے۔ ان کی توبہ کا باعث عذابِ الٰہی کا خوف اور اخروی نعمتوں کا حصول نہیں بلکہ یہ توبہ آخرت کے ڈر اور نعمتوں کے چھن جانے کے خوف سے ماوراء، خالص اور محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا مقصود صرف خالقِ حقیقی کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح جب خوشنودی ان کا منتہائے مقصود بن جائے، دل میں اللہ سے ایسی محبت اور اس کے قرب کی ایسی آرزو موج زن ہو جائے کہ وہ ہر لمحہ اپنے سابقہ مقام کو اپنے لئے گناہ تصور کرنے لگیں اور اللہ کی خوشنودی کا جویا (تلاش کرنے والا) بن کر بس اسی کے مکھڑے کے طلبگار رہیں تو وہ توبہ کے مقامِ اوّابیت پر فائز کر دیئے جاتے ہیں۔ ایسی توبہ کرنے والوں کو اوّاب کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ۝ (۱)

”وہ کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا ہے ۝“

یہ اللہ کے وہ عاشق بندے ہیں جو دنیا کی محبت سے، حرص اور لالچ سے، جاہ و منصب کی ہوس سے، یادِ الٰہی کی غفلت سے، گناہوں سے اور محبوبِ حقیقی کی محبت کے سوا ہر غیر کی محبت سے بھی توبہ کرتے ہیں۔ اللہ کے یہ مقرب بندے توبہ کرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عام انسان نہیں بلکہ محبوبیت کے مقام پر فائز کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ (۵۱۳ھ۔ ۶۲۷ھ) اپنی کتاب ”تذکرۃ الأولیاء (ص: ۴۱)“ میں حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمۃ کی قبولیت توبہ اور ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمۃ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ توبہ سے قبل شراب اور ہر قسم کی برائی فسق و فجور اور گناہوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ انہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اللہ کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا کر گریہ و زاری کرنے لگے، گناہوں سے توبہ کے بعد انہوں نے حضرت حسن

(۱) ص، ۳۸: ۳۰

بصری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور ان کے مرید ہوگئے۔ حضرت حبیب علیہ الرحمۃ ’’عجمی‘‘ قرآن حکیم کی تلاوت صحیح نہ کرسکتے تھے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے توبہ کے بعد انہیں بلند مقام پر پہنچا دیا جس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حبیب علیہ الرحمۃ اپنے گھر میں نماز مغرب پڑھنے لگے۔ عین اسی لمحے حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ ان کو ملنے آ گئے، حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے سوچا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے لیکن ذہن میں خیال آیا کہ یہ تو قرآن کی صحیح تلاوت بھی نہیں کر سکتے اور اس خیال سے حبیب عجمی علیہ الرحمۃ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ ترک کرلیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کو اللہ کا دیدار ہوا۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے پوچھا باری تعالیٰ تیری رضا کی تلاش میں ہوں بتا تیری رضا کہاں سے ملے گی؟ اور کس طرح مل سکے گی؟ جواب آیا اے میرے حسن! میری رضا تو تجھے مل چکی تھی تو نے خود گنوا دی، عرض کیا: باری تعالیٰ کس طرح گنوا دی؟ جواب ملا جب تو حبیب عجمی علیہ الرحمۃ کے دروازے پر آیا تو میری رضا تیرے قریب آ گئی اس لئے کہ وہ مجھ سے سچی توبہ کرنے والا بندہ تھا مگر تو نے اس کی زبان کے نقص کو دیکھ کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اس طرح میری رضا پانے کا موقع تو نے گنوا دیا۔‘‘

پس اپنے گناہوں پر نادم ہونے والے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے قلب و باطن میں توبہ کے دو اجزاء ’’خوف‘‘ اور ’’حیا‘‘ کو موجود رکھے اور اس کے ساتھ توبہ کے ان تین درجات کے حصول کے لئے ہمہ وقت بارگاہِ الٰہی میں معافی کا خواستگار بنا رہے تاکہ اسے رضائے الٰہی نصیب ہوسکے۔

توبہ کی شرائط

توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا دارومدار توبہ کی شرائط پر ہوتا ہے شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) توبہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہر گناہ کے کام میں دس اعمال سیئہ ہوتے ہیں اس لیے جب تک ہر گناہ سے توبہ نہ کی جائے تب تک توبۃ النصوح (سچی توبہ) کا حق ادا نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر لازم کی ہے۔ توبہ کی شرائط درج ذیل ہیں۔ تائب کے لئے لازم ہے کہ وہ:

۱۔ دوبارہ گناہ کرنے سے رک جائے۔

۲۔ صدق دل سے توبہ کرے۔

۳۔ گناہ کا سبب بننے والے کاموں سے توبہ کرے۔

۴۔ اس قسم کے ہر گناہ کی طرف جانے سے توبہ کرے۔

۵۔ اس کی جانب نگاہ اٹھانے سے بھی توبہ کرے۔

۶۔ اس گناہ کا تذکرہ کرنے والوں کا کلام سننے سے بھی توبہ کرے۔

۷۔ توبہ میں جو خامی رہ جائے اس سے بھی توبہ کرے یعنی پوری قوت سے توبہ کرے۔

۸۔ توبہ کی توفیق پا کر اس پر فخر کرنے سے بھی توبہ کرے۔[1]

۹۔ آخر میں شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سچی توبہ کرنے والا نافرمانوں سے قطع تعلق کرلے۔ پھر اپنے اس نفس سے بھی تعلق ہٹا لے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیا کرتا تھا۔ اور اسے (نفس کو) اتنی ہی ضروریات مہیا کرے جو لازم ترین ہوں۔ اپنے نفس کو فضولیات میں نہ ڈالے اور اس بات کا پختہ ارادہ کرلے کہ دوبارہ کبھی بھی نافرمانی نہیں کرے گا اور جو چیز اسے غلطی کی جانب لے جانے والی ہو اسے بھی

(۱) أبوطالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۸۹

چھوڑ دے، خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرے اور سلفِ صالحین کی پیروی کرے۔‘‘(۱)

ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری علیہ الرحمۃ (۳۷۶ھ۔ ۴۶۵ھ) توبہ کے صحیح ہونے کی تین شرائط بیان کرتے ہیں:

۱۔ جن امور میں شریعت کی مخالفت ہوئی ہو ان پر ندامت کا اظہار کرنا۔

۲۔ اپنی لغزش اور غلطی کو فوراً ترک کر دینا۔

۳۔ یہ ارادہ کرنا کہ جو گناہ اس نے کیے ہیں انہیں دوبارہ نہ کرے گا۔(۲)

امام غزالی علیہ الرحمۃ ’’**إحیاء علوم الدین**‘‘ میں پہلی امتوں کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک نبی علیہ السلام نے ایک بندے کی قبولیتِ توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس نے سالہا سال عبادت کی لیکن توبہ کی قبولیت ظاہر نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تمام آسمانوں اور زمین والے اس کی سفارش کریں تو بھی میں اس کی توبہ قبول نہیں کروں گا کیونکہ جس گناہ سے وہ توبہ کر رہا ہے اس کی مٹھاس اب بھی اس کے دل میں موجود ہے۔‘‘(۳)

معلوم ہوا کہ توبہ کی قبولیت کے لیے گناہ کی حلاوت کو مکمل طور پر ختم کرنا شرط ہے، امام غزالی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

’’توبہ کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے ہے حال یہ ہے کہ تائب کیے ہوئے گناہ پر پشیمان اور شرمندہ ہو۔ ماضی کے ساتھ تعلق کے حوالے سے توبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ تائب اپنی فکر کو اس پہلے دن

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۷۰
(۲) قشیری، الرسالۃ القشیریۃ: ۹۲
(۳) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۴: ۳۴

کی طرف لوٹائے جس دن عمر کے اعتبار سے وہ بالغ ہوا تھا اور گزشتہ زندگی کے ایک ایک سال، ایک ایک مہینہ، ایک ایک دن اور ایک ایک سانس کی چھان بین کرے اور دیکھے کہ کون کونسی عبادات میں کوتاہی ہوئی ہے۔ اور کن کن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر کسی سے مال لیا ہو تو اسے واپس کردے اور اسے خوش کرے۔ کسی کو برا بھلا کہا ہے تو اس سے معافی مانگے اور وہ شخص جسے برا کہا تھا وہ فوت ہوجائے تو اسے جتنا برا بھلا کہا تھا اس سے بڑھ کر نیکی کرے۔ اگر کسی کو مار ڈالا تھا تو اس کے عوض میں غلام آزاد کرے یا اس قدر رقم اللہ کی راہ میں خرچ کردے کیونکہ جو شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے وہ گویا مردے کو زندہ کرتا ہے اور اگر شرابی توبہ کرے تو میٹھا پانی یا ٹھنڈا پانی لوگوں کو پلائے۔ مقصود یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت ہر گناہ کی مناسبت سے معذرت کرنی چاہیے۔‘‘

جہاں تک مستقبل سے مربوط عزم و ارادے کا تعلق ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے پختہ وعدہ کرے کہ وہ آئندہ کبھی بھی ان گناہوں کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا اور نہ ہی ان جیسے دوسرے گناہوں کا مرتکب ہوگا۔ مثلاً ایک شخص بیماری کی حالت میں جانتا ہے کہ اسے ترش پھل نقصان دیتے ہیں مگر ابھی اس نے پختہ ارادہ نہیں کیا بلکہ فی الوقت اس کے ذہن میں پھل چھوڑنے کا محض خیال آیا ہے تو اس صورت میں جب تک وہ پھل چھوڑنے کا پختہ ارادہ نہ کرے تب تک وہ توبہ کرنے والا شمار نہیں ہوگا اور پہلے ہی مرحلے میں یہ بات پایہ تکمیل کو اس وقت پہنچے گی جب وہ تنہائی اختیار کرے، خاموش رہے، کھانا کم کھائے، سونے میں کمی کرے اور حلال روزی جمع کرے، اگر اسے وراثت میں حلال مال ملا ہے تو اسی پر اکتفاء کرے یا کسی پیشے سے بقدرِ ضرورت کماتا ہے تو اسی پر قناعت کرے کیوں کہ گناہوں کی جڑ اور بنیاد حرام مال کھانا ہے اور جب تک حرام مال کھانے پر ڈٹا رہے گا توبہ کرنے والا کیسے قرار پائے گا اور جو آدمی کھانوں اور لباس کے

سلسلے میں خواہش کو چھوڑنے پر قادر نہیں ہوتا وہ حلال پر اکتفاء بھی نہیں کرسکتا اور شبہ والی چیزوں کو بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ بعض بزرگوں نے فرمایا: ''جو شخص خواہش کو چھوڑنے میں سچا ہو اور سات مرتبہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے تو وہ اس خواہش میں مبتلا نہیں ہوگا اور ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا جو آدمی گناہ سے توبہ کرے اور پھر سات سال تک اس پر استقامت اختیار کرے وہ کبھی بھی اس (گناہ) کی طرف نہیں لوٹے گا۔''(۱)

سچے تائب کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ بالا شرائط کو پورا کرے کیونکہ توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ جب کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو وہ بارگاہِ خداوندی میں ضرور قبول ہوتی ہے سورہ النساء میں قبولیتِ توبہ کے حوالے سے قرآن کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاo(۲)

''اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کر لیں پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہےo اور ایسے لوگوں کے لئے توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو گناہ کرتے چلے جائیں یہاں

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۴: ۳۴۔ ۳۹
(۲) النساء، ۴: ۱۷، ۱۸

تک کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ پہنچے تو (اس وقت) کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لئے ہے جو کفر کی حالت پر مریں، ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے o‘‘

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَo[1]

’’اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو (اسے) جانتا ہےo‘‘

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُo[2]

’’گناہ بخشنے والا (ہے) اور توبہ قبول فرمانے والا (ہے)، سخت عذاب دینے والا (ہے)، بڑا صاحبِ کرم ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہےo‘‘

توبہ اللہ تعالیٰ کا اس قدر پسندیدہ عمل ہے کہ اگر بندے کے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں تو وہ توبہ کے عمل سے ان گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں آپ نے فرمایا:

لَوْ أخطَأْتُم حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ، ثُمَّ تُبتُم لَتَابَ عَلَيْكُم۔[3]

---

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۲۵

(۲) المؤمن، ۴۰: ۳

(۳) ابن ماجة، السنن، کتاب الزھد، باب ذِكْرِ التَّوْبَةِ، ۴: ۵۳۴، رقم: ۴۲۴۸

”اگر تم اتنے گناہ کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں تو پھر اللہ سے توبہ کرو تو وہ تمہاری توبہ ضرور قبول فرمائے گا۔“

ان آیاتِ قرآنیہ اور حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوا کہ توبہ کی قبولیت یقینی ہے توبہ کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کے قبول ہونے میں شک نہ کیا جائے البتہ اس امر میں شک کیا جاسکتا ہے کہ مطلوبہ شرائط پوری ہوئی ہیں یا نہیں۔

توبہ کے آداب

جب بندہ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو یاد کرکے اپنی سرکشی اور بغاوت پر ندامت کا اظہار کرنے لگے تو اسے چاہئے کہ توبہ کے درج ذیل تین آداب کو ملحوظِ خاطر رکھے تاکہ توبہ کو شرفِ قبولیت حاصل ہوسکے۔

پہلا ادب - ذکرِ اِلٰہی

توبہ کا پہلا ادب ذکرِ الٰہی ہے۔ جب بندہ گناہ کرکے اللہ کی یاد کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل گناہ پر نادم ہے اور اللہ کی یاد ہی ندامت کا سبب بنی ہے اسی لئے بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ نے جو پہلا ادب سکھایا وہ ”ذکرِ الٰہی“ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا۔ (۱)

”اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوناo“

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں تائب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرنا ادب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ اور افضل ترین عمل

(۱) الإعراف، ۷: ۱۶۱

نمازِ پنجگانہ ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں بھی توبہ سے قبل اللہ کو یاد کرنے کا ادب سکھایا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

أَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً: فَأَتٰى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: ’’أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ‘‘ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلِي هٰذَا؟ قَالَ: لِجَمِيْعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ۔ (۱)

’’ایک آدمی نے کسی عورت کو بوسہ دیا پس وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق خبر دی (اس موقعہ پر) اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ ’’اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔‘‘ (ہود، ۱۱: ۱۱۴) وہ شخص عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! کیا یہ خوشخبری میرے ہی لئے ہے؟ فرمایا: میری ساری امت کے لئے ہے۔‘‘

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور حدیثِ مبارکہ کی رو سے اگر توبہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا جائے اور خلوصِ دل سے توبہ کی جائے تو ایسی توبہ ضرور قبول ہو گی۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلوۃ کفارۃ، ۱: ۱۹۶، ۱۹۷، رقم: ۵۰۳

۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب التوبۃ، باب فضل دوام الذکر و الفکر، ۴: ۲۱۱۶، رقم: ۲۷۶۳

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ ہود، ۵: ۱۸۸، رقم: ۳۱۱۲

دوسرا ادب - اِستغفار

توبہ کا دوسرا ادب استغفار یعنی اللہ سے معافی مانگنا ہے۔ یہ ادب اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کا درس دیتا ہے۔ اس حالت میں انسان خود کو بے بس اور مجبور سمجھ کر اللہ کے حضور پیش کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے استغفار کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، مَا أَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: قُوْلِي اللَّهُمَّ إِنَّکَ عَفوٌّ تُحِبُّ العَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي۔(۱)

''یا رسول اللہ! بتائیے اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (یا اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما دے)۔''

جب بندہ عجز و انکسار سے مغفرت اور بخشش کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسکی توبہ کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔

تیسرا ادب - توسّل بالرسول ﷺ

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہر پکار اور دعا کو سننے والی ہے کیونکہ وہ ہر

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبيح باليد، ۵: ۴۹۰، رقم: ۳۵۱۳

۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الدعاء، باب الدعا بالعفو و العافية، ۴: ۳۱۲، رقم: ۳۸۵۰

ایک کا خالق و مالک ہے لیکن وہ خالق و مالک ہونے کے ساتھ بے نیاز بھی ہے۔ اگر وہ کسی کی پکار کو رد کر دے تو اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، وہ مالک ہے چاہے کرم کر دے اور چاہے تو گناہوں پر سزا دے۔ یہ دنیا کا عام قاعدہ اور دستور ہے کہ جب دنیاوی حاکم یا بادشاہ کے پاس کوئی جاتا ہے تو اپنے ساتھ اس کے پیارے دوست کو لے کر جاتا ہے کہ اگر اس بندے سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو جائے تو وہ اپنے پیارے کا حیاء کرتے ہوئے سزا کا ارادہ ملتوی کر دے۔ قرآن حکیم میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے ادب کی بات کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥ (١)

’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے٥‘‘

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا سلیقہ اور قرینہ سکھایا ہے۔ قربان جایئے اللہ کی رحمت پر کہ ان گنہگاروں کو معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا اور معافی مانگنے کا سلیقہ بھی سکھایا۔ کون ایسا سخی ہے جو بھکاری کو بھیک بھی دے اور مانگنے کے طریقے بھی سکھائے؟ خطا کاروں کو اپنے پاس بلائے اور انہیں یہ بھی بتائے کہ اگر فلاں کے پاس سے ہو کر آؤ گے تو میں تمہاری دعائیں رد نہیں کروں گا۔ اس سے واضح ہوا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ کے توسل سے معافی مانگی جائے تو اللہ کی رحمت اپنے پیارے حبیب ﷺ کا حیاء کر کے کوئی چاہے کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو معاف فرما دیتی ہے۔

(١) النساء، ٤: ٦٤

چنانچہ اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ توسل بالرسول ﷺ توبہ کی قبولیت کا آخری قدم ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ مذکورہ بالا توبہ کے تین آداب کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ سے اپنا تعلق قلبی مضبوط کرلے اورآپ ﷺ کو یادکرکے اللہ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے اور اللہ کی رحمت پر کامل یقین رکھے، اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر وہ دیکھے گا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت بھی اسے بخشوانے کے لئے آئے گی اور اللہ کی رحمت و مغفرت بھی اسے اپنے دامنِ لُطف وکرم میں چھپانے کا بہانہ تلاش کرے گی۔

توبہ کے طریقے

''توبہ'' جس سے تصوف کا پہلا حرف ''تا'' مکمل ہوتا ہے تصوف کا عنصر اوّلین، سفرِ معرفت کا نقطۂ آغاز اور مغفرت کی طرف رکھنے والا پہلا قدم ہے اس توبہ کے تین طریقے ہیں:

۱۔ خطا سے صواب (نیک کام) کی طرف رجوع (توبہ کرنا)۔

۲۔ صواب سے صواب کی طرف رجوع (توبہ) کرنا۔

۳۔ خودی سے خدا کی طرف رجوع (توبہ) کرنا۔

پہلا طریقہ

توبہ کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان غلطی اور گناہ سرزد ہونے کی صورت میں اللہ تعالٰی کی بارگاہ بے نیاز کی طرف رجوع کرے اور غلطی پر تائب ہوکر معافی کا خواستگار ہو جس کے نتیجے میں قوی امید ہے کہ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے حضرت ابو عبید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔(۱)

’’گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسا کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔‘‘

اس سے پتا چلا کہ ہر قسم کے گناہ کی نجاست سے پاک و صاف ہوجانے کے عمل کو خطا سے صواب کی طرف توبہ کرنا کہتے ہیں۔

دوسرا طریقہ

توبہ کا دوسرا طریقہ صواب سے صواب کی طرف توبہ کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پہلے بھی گناہ پر نہ ہو، نہ اس سے کوئی غلطی اور خطا سرزد ہوئی ہو مگر خوب سے خوب تر کی تلاش اور آرزو میں اپنے پہلے مقام و مرتبہ کو گناہ تصور کرے اور اس سے توبہ کرکے بلند و بالا اور زیادہ باعظمت مقامات کی طرف رواں دواں ہو اور اس اگلے مقام سے پہلے مقام پر رکے رہنے کو گناہ تصور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگے۔ یہ پہلی حالتِ صواب سے دوسری حالتِ صواب کی طرف رجوع کرنا ہے اسی مقامِ رفیع کے متلاشی لوگوں کے بارے میں حضرت ابوسعید الخراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔(۲)

’’عام نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ ہوتے ہیں۔‘‘

گویا یہ مقامِ بر (نیکی) سے مقام قرب کی طرف سفر ہے اور اس سفر کا راہی مقام بر سے مقام قرب کی طرف جانے کے لئے توبہ کرتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ۴: ۵۳۵، رقم: ۴۲۵۰

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱

(۲) ابن عساکر، بحواله تفسیر إبن کثیر، ۴: ۳۱

تیسرا طریقہ

توبہ کا تیسرا طریقہ خودی سے خدا کی طرف توبہ کرنا ہے۔ اہلِ محبت جب مقام قرب تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو ان کے اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کے آداب بجالائیں اور اپنی خواہش و آرزو کو محبوب کی مرضی میں فنا کر دیں۔ اس مرحلہ پر توبہ کی وضاحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی آرزو کا اظہار کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ (۱)

”تو (کلامِ ربانی کی لذت پا کر دیدار کا آرزو مند ہوا اور) عرض کرنے لگا: اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔“

محبوبِ حقیقی سے ہم کلام ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خواہشِ دیدار پیدا ہوئی جو آرزو بن کر بے اختیار زبان پر مچل گئی تو ادھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز سے جواب ملا:

لَنْ تَرٰنِیْ۔ (۲)

”تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔“

پھر جب رب ذوالجلال نے کوہِ طور پر ایک تجلی ڈالی تو آپ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے جونہی ہوش آیا تو فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

تُبْتُ اِلَیْکَ۔ (۳)

(۱) الاعراف، ۷: ۱۴۳

(۲) الاعراف، ۷: ۱۴۳

(۳) الاعراف، ۷: ۱۴۳

''میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی اور رسول ہیں، اور انبیاء کرام علیھم السلام خطا سے پاک ہوتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا جس سے توبہ کی ضرورت محسوس ہوتی ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توبہ کس چیز سے فرما رہے ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام نے کوئی نافرمانی نہیں کی بلکہ یہ تو ان کی اپنی اس خواہش و آرزو سے توبہ تھی۔ جس کا اظہار وہ قربِ مولا کے لئے کر بیٹھے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہِ ایزدی میں عرض پرداز ہوئے کہ مولا میں دیدار کی تمنا کر بیٹھا، اس اختیار سے توبہ کرتا ہوں اور تیری مرضی کو اپنی مرضی سمجھتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ اس منزل پر پہنچ کر انسان خود کو محبوب کی بارگاہ میں اس طرح اپنے آپ کو سپرد کر دیتا ہے کہ اس کے دیدار کی آرزو بھی خطا سمجھنے لگتا ہے، توبہ کا یہ درجہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجہ اتم حاصل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواہش و آرزو کو اپنے خالقِ حقیقی کی رضا و خوشنودی میں اس طرح فنا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○[1]

''اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے ○ ان کا ارشاد سراسر وحی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے ○''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بولنا اور خاموش رہنا سب کچھ وحئ ربانی کے تابع تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذاتی خواہش پر اللہ کی رضا مقدم تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ؟

(۱) النجم، ۵۳: ۳، ۴

’’یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز میں کمی کردی گئی؟‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

لَمْ أَنْسَ فَلَمْ تُقْصَرِ الصلوٰۃُ۔(۱)

’’نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز میں قصر کی گئی ہے۔‘‘

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی نماز بھی آپ ﷺ کی اپنی مرضی پر موقوف نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا و مرضی کے مطابق تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ ایک دن میں ستر ستر بار توبہ فرماتے تھے۔ یہ توبہ و استغفار گناہوں اور غلطیوں سے توبہ نہ تھی بلکہ ہر قدم پر آرزو اور خواہش کے اختیار کرنے سے توبہ ہوتی تھی۔ توبہ صرف گناہوں سے ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر طرح کی خواہشات، تمناؤں اور آرزؤں سے دستبردار ہونے کا نام ہی حقیقی توبہ ہے۔

حقیقی توبہ کی علامات

علماء کرام اور سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اگر توبہ کے بعد تائب میں درج ذیل علامات ظاہر ہوجائیں تو وہ سمجھ لے کہ اس کی توبہ سچی ہے اور اسے قبولیت کا درجہ حاصل ہے۔

۱۔ خواہشاتِ نفسانی سے مکمل چھٹکارا مل جائے۔

۲۔ گناہ سے ایسا چھٹکارا نصیب ہو جائے کہ باطن میں اس کا خیال بھی نہ آئے۔

۳۔ حلاوتِ خواہش، حلاوتِ اطاعت و بندگی میں بدل جائے۔

۴۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا دھیان حاوی رہے۔

۵۔ نافرمانی سے قطع تعلق اختیار کرے۔

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۳۷۱، رقم: ۹۳۰

۶۔ سلف و صالحین کی پیروی اور نیکو کاروں کی صحبت کو اپنا شعار بنا لے۔

۷۔ رقتِ قلب اور رونے والی آنکھ نصیب ہو جائے۔

۸۔ گناہ کا ظاہری اور باطنی اثر نہ رہے۔

۹۔ زبان فضول گوئی، غیبت اور جھوٹ سے پاک ہو جائے۔

۱۰۔ دل حسد اور عداوت سے پاک ہو جائے۔

۱۱۔ ہمہ وقت موت کی تیاری میں مشغول رہے۔

۱۲۔ ہر وقت گناہوں پر شرمسار اور اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہے۔

۱۳۔ ہر لمحہ اللہ رب العزت کی فرمانبرداری میں سرگرم عمل رہے۔

۱۴۔ دل سے یادِ الٰہی کے سوا ہر مسرت اٹھ جائے اور ہمیشہ آخرت کی فکر اور غم دامن گیر رہے۔(۱)

اگر کسی میں یہ تمام علامات موجود ہوں تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ(۲)

’’بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔‘‘

توبہ سے محرومی کے اَسباب

امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ) نے ’’کیمیائے سعادت (ص: ۶۲۷،

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۶۹

(۲) البقرة، ۲: ۲۲۲

۶۳۰)'' میں توبہ سے محرومی کے درج ذیل پانچ اسباب بیان کئے ہیں اور ہر ایک کے ازالہ کا طریقہ بھی بیان کیا ہے:

پہلا سبب: گناہ پر سزا کا مؤخر ہونا

پہلا سبب گناہ پر فوراً سزا نہ ملنا ہے، ہر گناہ پر جو سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے وہ گناہ سرزد ہوتے ہی یک بیک نہیں ملا کرتی۔ ظاہر ہے جس فعل کا نتیجہ فوری طور پر نہ ملے ذہن میں اس کی وقعت نہیں ہوتی لہٰذا گناہ پر اصرار ہونے لگتا ہے اور انسان مزید گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہر انسان کو اس پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ جو چیز ایک نہ ایک دن ضرور ہو کر رہے گی وہ قریب ہے کیونکہ بعید تو اس کو کہا جاتا ہے جس کا آنا طویل مدت تک قرین قیاس نہ ہو ''موت'' جس کا آنا یقینی ہے۔ پھر اس کا وقت بھی مقرر نہیں ہے تو اس کے دور ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا خبر آج ہی کا دن آخری دن ہو اور یہی مہینہ آخری مہینہ اور یہی سال عمر کا آخری سال ہو، موت کے اس پہلو کی طرف سے غفلت کرنا حماقت ہے اس کے علاوہ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ افلاس کے اندیشہ سے معاش حاصل کرنے کی فکر میں انسان کیسے دور دراز کے سفر اور رنج و مصائب برداشت کرتا ہے، تو یہ بات لمحۂ فکر یہ ہے کہ آخرت کی پائیدار زندگی کی انسان کو اتنی بھی فکر نہ ہو جتنی دنیا کی جلد ختم ہو جانے والی ناپائیدار زندگی کی فکر اسے لاحق ہے۔

دوسرا سبب: نفس پرستی

توبہ سے محرومی کا دوسرا سبب نفس پرستی ہے۔ انسان کو اپنے نفس کی مرغوب خواہشات اور لذتوں کو چھوڑنا کتنا ناگوار گزرتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ آج اگر نفس اس قدر لذات اور مرغوب خواہشات کا اسیر ہے کہ دنیا میں چندروز کے لئے ان ناپائیدار لذتوں کو چھوڑنا بھی اس کو شاق گزرتا ہے تو کل آخرت کی دائمی نعمتوں کے چھوٹنے اور ہمیشہ کے

لئے آگ میں جلنے کو وہ کس طرح برداشت کرے گا؟

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ آج ہی سے اپنا محاسبہ نفس کرے اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرکے اللہ کو راضی کرنے کا سامان کرے۔

تیسرا سبب: توبہ میں تاخیر

تیسرا سبب نفس امارہ ہے۔ یہ انسان کو کاہلی کا درس دیتا اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ ابھی اتنی عمر پڑی ہے توبہ کی اتنی جلدی ہی کیا ہے؟ چار دن عیش سے گزار لئے جائیں، آج نہیں تو کل توبہ کرلیں گے۔ غرض اسی طرح دن پر دن گزرتے جاتے ہیں اور توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، آج کل کرتے کرتے وقت پورا ہو جاتا ہے حتی کہ موت آجاتی ہے پس اگر گناہ پر اصرار کرنے کا باعث یہ نفس امارہ ہے تو انسان کو تدبر کرنا چاہیے کہ انجام کا حال کسی کو معلوم نہیں، کون جانتا ہے کل کیا ہوگا؟ کون کہہ سکتا ہے کہ تم کل زندہ رہو گے یا نہیں اور توبہ بھی نصیب ہو سکے گی یا نہیں خوب یاد رکھیں کہ نفس کی لذت کا چھوڑنا آج دشوار ہے تو کل جب نفس کی لذت کی خواہش اور مضبوط ہو جائے گی تو اس سے کیونکر جان چھوٹ سکے گی؟ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آپ کو کسی پودے کو اکھاڑنے کا حکم دیا جائے اور آپ کہیں کہ جناب اس سال تو نہیں ہاں اگلے سال اکھاڑوں گا حالانکہ یہ بات آپ خوب جانتے ہیں کہ وہ پودا تناور درخت بن جائے گا اور اس کی جڑ روز بروز مضبوط ہوتی جائے گی اور آپ کی قوتِ بازو کم ہوتی جائے گی پس جس درخت کو آج نہیں اکھاڑ سکے تو آئندہ سال کس طرح اکھاڑ سکیں گے؟

چوتھا سبب: نفس کی حیلہ جوئی

توبہ کی توفیق نہ ملنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ انسانی نفس نے اللہ تعالیٰ کے عفو و

کرم کو اپنی آرزو اور آڑ بنا رکھا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے گناہوں کی پرواہ ہی کیا ہے، وہ بڑا غفور ورحیم ہے، سارے گناہ بخش دے گا، جبکہ یہ نفس کی مکاری اور حیلہ جوئی ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَ الْعَاجِزُ مَنْ اتْبَعَ نَفْسَهُ هوا ها و تمنّى على اللّٰه۔ (۱)

’’عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔‘‘

پانچواں سبب: آخرت پر عدم یقین

توبہ سے محرومی کا پانچواں اور آخری سبب آخرت پر یقین نہ ہونا ہے اس عدمِ یقین کی بنا پر انسان جلد توبہ نہیں کرتا کیونکہ اسے دنیا حاصل کرنے میں زیادہ رغبت ہوتی ہے اور دین کی طلب میں غفلت اس کے لئے تساہل کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ بات انسان کی سرشت میں شامل ہے کہ جس شئے کو اس نے دیکھا ہی نہ ہو اس کی حتمی تصدیق دل کے اندر نہیں ہوسکتی اور یہ بھی ہے کہ ہر شخص نقد کو ادھار پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا طلب

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة و الرقائق و الورع، باب ماجاء فی صفة أواني الحوض، ۴: ۶۴۲، ۲۴۷، رقم: ۲۴۵۹

۲۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر الموت و الاستعداد له، ۴: ۵۴۰، رقم: ۴۲۶۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۴، رقم: ۱۷۲۵۳

۴۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۹۱

دنیا میں ساری تکلیفیں برداشت کرلی جاتی ہیں اور عبادت کے متعلق نوافل تو درکنار اصل رکن اور فرائض بھی ادا کرنا مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ ان پانچ اسباب کا علاج انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی کرسکتا ہے۔ اگر اللہ رب العزت دل کی آنکھیں روشن فرما دے اور انسان صاحبِ بصیرت بن جائے تو پھر دینی امور کی انجام دہی بھی دنیاوی امور کی طرح اس کے لئے ممکن ہوجائے گی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اہلِ بصیرت یعنی انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیائے عظام کی بڑی جماعت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو آخرت کی دائمی نعمت اور تکلیف کا قائل نہ ہو۔ یقینی بات ہے کہ اخروی کامیابی اللہ تعالیٰ سے لو لگائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور جب تک ہم مکروہات دنیا سے منہ نہیں پھیریں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ اور میلان کیونکر ہوگا؟

توبہ کا محرک: غفلت سے بیداری

توبہ کی توفیق غفلت سے بیداری کی طرف لوٹنے سے بھی ملتی ہے۔ جب انسان میں حالتِ بیداری پیدا ہوئی ہے تو وہ مصیبت و گناہ کی زندگی سے تنگ آجاتا ہے، اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ خود اپنی ذات سے بھی نفرت شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ بارگاہِ ایزدی میں توبہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کے لئے توبہ کی راہ کو آسان فرما دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے کرم اور اہل اللہ کی نظرِ کرم سے بڑے بڑے گنہگار توبہ کرکے اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور امام بن گئے اس کے متعلق ایک واقعہ ہے جسے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰ھ۔۵۶۱ھ) ''غنیۃ الطالبین'' میں نقل کرتے ہیں کہ ''ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کوفہ میں کسی مقام سے گزر رہے تھے اچانک آپ ﷺ نے سنا کہ چند فاسق ایک شخص کے گھر میں جمع ہیں، شراب کا دور چل رہا ہے، ان کے پاس ایک گانے والا بھی تھا جس کا نام زاذان تھا جو بانسری بجانے اور انتہائی پیارے لہجے میں

نغمہ سرا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آواز کس قدر پیاری ہے کاش اس سے قرآن پڑھا جائے تو اور بھی پیاری معلوم ہو، پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے سر پر چادر ڈال کر آگے بڑھ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی گفتگو زاذان نے بھی سن لی۔ اس نے پوچھا: وہ کون تھے؟ اور کیا فرما رہے تھے، لوگوں نے کہا: وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے،فرما رہے تھے کہ یہ آواز کس قدر پیاری ہے۔ کاش! اس سے قرآن پڑھا جاتا تو اس میں چار چاند لگ جاتے۔ یہ سن کر زاذان بڑا متاثر ہوا اور اس کے دل پر دہشت چھا گئی۔فوراً کھڑا ہوگیا۔ بانسری زمین پر پٹخ دی اور اسے توڑ ڈالا، پھر دوڑ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس اس حال میں پہنچا کہ رومال اپنی گردن میں باندھ رکھا تھا گویا وہ قیدی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے گلے لگا لیا اور دونوں رونے لگے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس سے کیوں محبت نہ کروں جس سے اللہ نے محبت فرمائی ہے، پھر زاذان نے ساز وغیرہ بجانے سے توبہ کی اور گانا بجانا بالکل چھوڑ دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت میں دن رات رہنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے قرآن حکیم سیکھنے کے علاوہ کافی علم حاصل کرلیا حتی کہ علومِ شریعت کا امام بن گیا۔‘‘(۱)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر توبہ سے محرومی کے مذکورہ بالا تمام اسباب کا سد باب کرلیا جائے تو بہت جلد بیداری نصیب ہوسکتی ہے۔ یہ بیداری انسان کو راہِ ہدایت کی تلاش میں لگا دیتی ہے۔ نتیجۃً انسان اللہ کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے اور اس کی بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرکے اپنی بقیہ زندگی نیکی اور تقویٰ کے ساتھ بسر کرنے کا عزم مصمم کرتا ہے۔ قارئین آیئے! آج ہی ہم صدقِ دل سے ایسی توبہ کریں کہ جو ہماری زبان سے نکلتے ہی ہمارے قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جائے اور ہماری اگلی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔

(۱) عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین: ۳۳۸، ۳۳۷

توبہ میں استقامت کا طریقہ اور انبیاء علیھم السلام و صالحین کا معمول

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی توبہ مقبول ہے جس پر انسان تمام عمر مضبوطی سے کاربند رہے۔ قرآن و سنت، آثارِ صحابہ اور اقوالِ صلحاء میں توبہ کو برقرار رکھنے کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کا جو توبہ کے بعد استقامت کا دامن تھامے رکھتے ہیں ذکر کرتے ہوئے قران حکیم ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ [1]

”وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا تو یہ مومنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے توبہ میں استقامت کی تین شرائط بیان فرمائی ہیں:

۱۔ اصلاحِ زندگی (اَصْلَحُوْا)

صدقِ دل سے توبہ کرنے کے بعد تائب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، غفلت، فسق و فجور اور گناہوں کو چھوڑ کر اطاعتِ الٰہی اور رضائے الٰہی کے لئے اپنی زندگی وقف کردے۔ توبہ کے بعد اگر زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو سمجھ لیں کہ اس نے توبہ ہی نہیں کی۔

(۱) النساء، ۴: ۱۴۶

۲۔ تعلق باللہ (اعتَصَمُوا بِاللهِ)

اللہ کے سوا ہر غیر سے منہ پھیر کر صرف اور صرف اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کو مقصدِ حیات بنا لینا توبہ کو قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ خالقِ کائنات سے تعلقِ حبی استوار کئے بغیر توبہ پر استقامت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ کیفیت تبھی حاصل ہوسکتی ہے جب بندہ اللہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرنے کو اپنا شعار بنالے۔

۳۔ اخلاصِ زندگی (اَخلَصُوا دِینَهُم لِلهِ)

اخلاصِ زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو دین اسلام کے سانچے میں ڈھال لے، اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر دل و جان سے اس سے محبت کرنے لگے اور اس کی طرف یوں متوجہ ہو کہ اس کی عبادت میں منہمک ہو جائے اور اس کے ساتھ تعلق اس طرح سے جوڑ لے کہ اسے یادِ الٰہی کے سوا کسی اور چیز میں لذت نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص ہونے کا یہی مفہوم محبت کے باب میں بیان کرتے ہوئے حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے دلوں کو جسموں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور اپنے مقامِ قرب میں رکھا۔ اسی طرح جانوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرما کر اپنے مقامِ محبت میں رکھا، اس کے ساتھ باطن کو جانوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور اپنے مقامِ وصال میں رکھا اور ہر روز تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ اپنے حسن کا جلوہ دکھایا۔ تین سو ساٹھ بار اپنی نظر سے سرفراز کیا اور کلمہ محبت سنایا اور تین سو ساٹھ لطائفِ اُنس اس پر ظاہر کئے حتی کہ کائنات پر نگاہ فرمائی تو اپنے سے زیادہ کسی کو اس کا اہل نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے پر باطن میں فخر و غرور پیدا ہوا تب اللہ تعالیٰ نے جسم، دل، جان اور باطن کا امتحان فرمایا اور ہر ایک کو آزمائش میں ڈال دیا۔ باطن کو جان میں قید کر دیا، جان کو دل میں اور دل کو جسم میں مقید کر دیا۔ پھر ان

سب کو عقل سے مرکب کیا اور ہر ایک کو منزل دے دی، دل کو قرب کی منزل، جسم کو نماز کی منزل، جان کو اپنی محبت کی منزل اور باطن کو اپنے وصال کی منزل دی۔ پھر انبیاء کرام علیھم السلام مبعوث فرمائے اور اپنے احکام بھیجے تو ہر نبی علیہ السلام اپنے اپنے زمانے میں اسی مقامِ وصال کا متلاشی ہوا۔‘‘(۱)

حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہما کے بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ جسم اللہ کی عبادت کے لئے، دل اللہ کے قرب کے لئے، جانیں اللہ کی محبت کے لئے اور باطن اللہ کے وصال کے لئے خالص ہو جائیں۔

حضرت رابعہ بصری علیھا الرحمۃ کا تعلق باللہ

وہ بندگانِ خدا جن کو اخلاص کی یہ دولت نصیب ہوتی ہے وہ عشقِ الٰہی میں اس قدر مست و بے خود ہوتے ہیں کہ انہیں دنیا کی کسی شے کی پرواہ نہیں رہتی، کوئی لالچ ان کے قدموں کو ڈگمگا نہیں سکتا، کوئی خوف ان کی گردنوں کو جھکا نہیں سکتا۔ ان کی کیفیت کا اندازہ حضرت رابعہ بصری علیھا الرحمۃ کی کیفیت تعلق باللہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ معرفتِ الٰہی میں بلند مقام پر فائز تھیں۔ قربِ خداوندی کا جو شرف آپ کو نصیب ہوا وہ خال ہی کسی اور کو میسر آیا ہے۔ حضرت رابعہ بصری علیھا الرحمۃ کے روز و شب اللہ کی بندگی میں گزرتے حتی کہ آپ غلامی کی زندگی میں بھی راتوں کو اٹھ کر عبادت کیا کرتی تھیں۔ ایک رات آپ کا مالک اٹھا اس نے دائیں بائیں دیکھا لیکن رابعہ بصری علیھا الرحمۃ کہیں بھی نظر نہ آئیں۔ ان کا مالک اندھیرے میں آگے گیا تو دیکھا، حضرت رابعہ بصری علیھا الرحمۃ حجرے کے ایک کونے میں سجدہ ریز اللہ کے حضور رو رو کر عرض کر رہی ہیں مولا! دل تو چاہتا ہے کہ ہر وقت تیرے حضور سجدے میں پڑی رہوں، مگر کیا کروں تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا کر مجبور کر دیا ہے۔ جب ادھر سے فرصت ملتی ہے تو تیری بارگاہ میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس طرح حاضری میں دیر ہو جاتی ہے کاش! مجھے اپنی بندگی کے لئے آزاد کیا ہوتا۔ یہ بات سن

(۱) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۴۹

کر حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کا مالک بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور آپ علیہا الرحمۃ کو آزاد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ حق تو یہ تھا کہ تو مالکہ ہوتی اور میں غلام ہوتا۔ (۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندوں کے ہاں بندگی میں خالص ہونے کا معنی ہی کچھ اور ہے۔

آٹھ اَعمال، گناہوں کا کفارہ

توبہ میں استقامت کے بارے میں شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت سہل علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

''آٹھ اعمال ایسے ہیں جو کئے جائیں تو امید ہے کہ وہ سب گناہوں کا کفارہ بن جائیں گے اور معافی مل جائے گی۔ ان میں سے چار ظاہری اور چار قلبی اعمال ہیں، اعضائے ظاہر کے اعمال حسب ذیل ہیں۔''

دو رکعت نماز (نفل) ادا کرنا، پھر ستر بار استغفار کرنا اور یہ کلمہ سو بار کہنا:

سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهِ۔

''اللہ عظمت والا اور اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔''

اس کے بعد تائب کچھ صدقہ کر دے اور اس روز روزہ رکھے۔ کیونکہ

صدقة الليل تكفر ذنوب النهار و صدقة السر تكفر ذنوب الليل۔ (۲)

''رات کا صدقہ دن کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور پوشیدہ صدقہ رات کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔''

---

(۱) ابن عطار، تذکرہ الأولیاء: ۵۰

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوت، ۱: ۳۸۷

قلبی اعمال حسب ذیل ہیں:

۱۔ تائب پورے اعتقاد سے خوب جم کر توبہ کرے۔

۲۔ گناہ دور کرنے کی سخت خواہش رکھے۔

۳۔ گناہ پر سزا سے بھی ڈرے۔

۴۔ اللہ سے مغفرت کی امید بھی رکھے۔ پھر حسنِ ظن اور صدقِ یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر امید رکھے کہ وہ ضرور گناہ بخش دے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

من تاب عن ذنب و استقام سبع سنين لم يرجع إليه أبداً۔[1]

''جو گناہ سے توبہ کرے اور سات برس تک استقامت رکھے وہ گناہ کی طرف دوبارہ نہیں آئے گا۔''

۴۔ اقامتِ صلٰوۃ

اللہ رب العزت خوب جانتا ہے کہ اس کے بندے غفلت میں مبتلا رہتے ہیں اس لئے ان پر نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لئے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اس طرح نمازِ پنجگانہ کے ذریعے ہر شخص ایک نماز سے دوسری نماز تک محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اسی فکر میں رہتا ہے کہ کوئی گناہ سرزد نہ ہو جائے، وہ اپنے عمدہ محاسبۂ نفس کی بدولت شیطان کی گزرگاہوں کو بند کرتا ہے اور اس وقت نماز شروع کرتا ہے جب اچھی طرح توبہ اور استغفار کے ذریعے دل کی گرہیں کھول لے کیونکہ خلافِ شرع ہر کلمہ اور ہر حرکت اس کے قلب میں ایک سیاہ داغ ڈال دیتی ہے اور اس میں گرہ لگا دیتی ہے مگر محاسبہ کرنے والا نماز کے لئے اپنے باطن کو ضبطِ اعضاء کے ذریعے آمادہ کرتا ہے اور

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۸۳

مقامِ محاسبہ کو مستحکم کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا نور دوسری نماز تک اس کے وقت کے تمام اجزاء کو روشن کرتا ہے۔

۵۔ مراقبۂ باطن

باطن کا مراقبہ اور نگہداشت دو عمدہ روحانی حال ہیں جو توبہ کے مقام کی درستی کے ساتھ درست رہتے ہیں اور ان کی تکمیل سے توبہ بھی قائم رہتی ہے لہٰذا محاسبہ، مراقبہ اور نگہداشت مقامِ توبہ کے لئے ضروری ہیں۔ مراقبہ کے معنی نگہبانی اور کسی چیز کی دیکھ بھال کرنے کے ہیں۔(۱)

مراقبہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰیؕ ○ (۲)

’’کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اس کے سارے کردار کو) دیکھ رہا ہے؟‘‘

حضرت ذالنورین مصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

’’ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔‘‘(۳)

شیخ مرتعش علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لفظ میں حق کے مشاہدہ کے لیے باطن کی نگہداشت کا نام مراقبہ ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ۔ (۴)

’’کیا وہ (اللہ) جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہبانی فرما رہا ہے۔‘‘

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱:۴۲۴

(۲) العلق، ۹۶:۱۴

(۳) غزالی، إحیاء العلوم الدین، ۴:۳۹۷

(۴) الرعد، ۱۳:۳۳

حضرت جنید علیہ الرحمۃ کا قول ہے: ''جس کی نگرانی درست ہو اس کی ولایت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔''

اس طرح شیخ واسطی علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا کہ ''کون سا کام افضل ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: افضل کام باطن کی نگہداشت ہے جو ظاہر کے محاسبہ اور باطن کے مراقبہ سے ہے ان میں سے ہر ایک کی دوسرے سے تکمیل ہوتی ہے اور ان دونوں سے توبہ قائم رہتی ہے۔''(۱)

مراقبہ کے ذریعے حال کی تکمیل اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے۔ یہ علم اللہ کے ساتھ تعلق کا معیار بھی متعین کرتا ہے، مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے برے تصورات کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے اور جو چیز مراقبہ سے چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کرتا ہے۔

۶۔ محاسبۂ نفس

توبہ برقرار رکھنے کے لئے محاسبۂ نفس کی ضرورت ہے۔ محاسبہ کے ذریعے توبہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے اور نفسانی خواہشات سے نجات ملتی ہے۔ امام ترمذی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

حَاسبُوا أنفسكُمْ قَبْلَ أن تحاسَبُوا، و تزيَّنُوا لِلْعَرْض الْأَكْبرِ، وَإِنَّمَا يَخفُّ الْحِسابُ يَوْمَ الْقِيَامَة على من حَاسبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا۔(۲)

''اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لے تیار ہو جاؤ، قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہوگا جس نے

(۱) سهروردى، عوارف المعارف: ۲۴۱

(۲) ترمذى، الجامع الصحيح، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء فى صفة أوانى الحوض، ۴: ۲۴۶، ۲۴۷، رقم: ۲۴۵۹

دنیا میں ہی اپنا حساب کر لیا۔‘‘

سالک کے لئے ضروری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ایسا محاسبۂ نفس کرے کہ توبۃ النصوح کا حق ادا ہو جائے۔

۷۔ مجاہدۂ نفس

جو کوئی اپنے محاسن و عیوب کو صدق و اخلاص کے ترازو میں نہ تولے وہ مردِ کامل کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا اعمال کی خامیوں کو ملاحظہ کرتے رہنا صحیح توبہ کے لئے ضروری ہے اور توبہ اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک سچے دل سے مجاہدہ نہ کیا جائے۔ مجاہدہ کے متعلق حضور سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

’’جب تم شمشیر مخالفت سے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اس پر غلبہ پا کر اس کو قتل کر دو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ اس لئے زندہ کر دے گا کہ وہ تم سے جھگڑتے ہوئے حرام و حلال، شہوات و لذات کا مطالبہ کرے اور تم سابقہ طریقے سے پھر اس سے مجاہدہ کرو تاکہ تمہیں دائمی اجر حاصل ہو جائے۔‘‘(۱)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ۔ (۲)

---

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۱۲۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب فضائل الجهاد عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطاً، ۳: ۲۶۴، رقم: ۱۶۲۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۲، رقم: ۲۴۴۶۵

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۸۴، رقم: ۴۶۲۴

”مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔“

حضور سیدنا غوثِ اعظم عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”فتوح الغیب“ میں لکھتے ہیں:

”جو بندہ تا دمِ مرگ ہمیشہ مجاہدے پر قائم رہتا ہے اور نفس و خواہش کی خون آلود تلوار کے ساتھ اپنے رب سے جا ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضامنِ جنت بن جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کو داخلِ جنت کر دیتا ہے تو جنت کو اس کا مکان، ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ بنا دیتا ہے اور اس کو جنت سے پلٹنے یا کسی دوسری جگہ منتقل ہونے سے محفوظ کر دیتا ہے اور اس کو ہر روز، ہر لمحہ انواع و اقسام کی نعمتوں سے سرفراز کر کے مختلف اقسام کے جدید لباس و زیورات سے آراستہ و پیراستہ فرما دیتا ہے جن کی نہ تو کوئی حد متعین ہے اور نہ کبھی ان کا اختتام ہوتا ہے کیونکہ بندۂ مومن بھی دنیا میں ہر ساعت خواہشِ نفس کے مجاہدے میں جدت پیدا کیا کرتا تھا۔“(۱)

۸۔ معمولِ اِستِغفار

دو چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لاکر عذاب کو روک لیتی ہیں۔ اور اگر اللہ کے غضب کی آگ بھڑک رہی ہو تو اسے بھی بجھا دیتی ہیں ایک حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور دوسری چیز گنہگار بندوں کی توبہ و استغفار۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت ان کے متعلق یوں بیان فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○(۲)

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۱۲۰، ۱۲۱

(۲) الانفال، ۸: ۳۳

’’اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں o‘‘

مسلسل اور لگا تار استغفار کرنے کی اہمیت متعدد مقامات پر احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷛ سے مروی ہے حضور نبی کرم ﷺ ارشاد فرمایا:

مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَلَوْ فَعَلَهُ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً۔ (۱)

’’بخشش مانگنے والا گناہ پر مصر نہیں کہلاتا اگرچہ دن میں ستر مرتبہ (نادانستہ طور پر) گناہ کرے۔‘‘

(۱) توبہ و اِستغفار میں تاجدارِ کائنات ﷺ کا معمول

ذیل میں چند ایسے کلماتِ استغفار بیان کئے جاتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کے معمولات میں سے تھے اور آپ ﷺ نے ان کلمات کو ہر روز پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی:

۱۔ حضرت حذیفہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل خانہ سے اکثر غصہ میں زبان درازی کر جاتا ہوں لیکن یہ زبان درازی دوسروں سے نہیں ہوتی۔ میں نے اس کا ذکر حضور نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الاِسْتِغْفَارِ؟ تَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً۔ (۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار، ۵: ۵۲۳، رقم: ۳۵۵۹

۲۔ أبوداؤد، السنن، کتاب صلوٰة السفر، باب في الاستغفار، ۱: ۵۶۱، رقم: ۱۵۱۴

(۲) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب الإستغفار، ۴: ۲۹۳، رقم: ۳۸۱۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۸، رقم: ۲۳۷۶۳

''تم اِستغفار کیوں نہیں کرتے؟ تم ہر روز دن میں ستر بار استغفار کر لیا کرو۔''

۲۔ حضرت اغرمزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي. وَ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، فِي الْيَوْمِ، مِائَةَ مَرَّةٍ۔(۱)

''میرے دل پر کبھی (اَنوار کے غلبہ سے) اَبر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ اِستغفار کرتا ہوں۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثرتِ استغفار کے بارے میں سیدنا غوث الاعظم عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل کیا جاتا رہتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منازل قرب اور غیب کے میدانوں کی سیاحت بھی کرائی جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی خلعتیں بھی تبدیل ہوتی رہتی تھیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ محسوس فرمایا کرتے تھے کہ پہلی حالت سے دوسری حالت میں ترقی کے وقت کوتاہی سرزد ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کو استغفار کی ہدایت فرمائی جاتی تھی۔''(۲)

۳۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ تو کہے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَ أَنَا عَبْدُكَ، وَ أَنَا عَلَى

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعا و التوبة و الاستغفار، باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منه، ۴: ۲۰۷۵، رقم: ۲۷۰۲

۲۔ أبو داوٗد، السنن، کتاب الصلوٰة، باب فی الاستغفار، ۱: ۵۶۱، رقم: ۱۵۱۵

(۲) عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب: ۱۷

عَهْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَيَّ وَ أَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْلِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. قَالَ: وَ مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَ مَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَ هُوَ مُوْقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (۱)

’’اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جو تجھ سے عہد و وعدہ کیا اس پر اپنی بساط بھر قائم ہوں۔ اپنے اعمال کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن نعمتوں سے تو نے مجھے نوازا ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اس پر یقین رکھتے ہوئے دن میں ایسا کہے اور پھر شام ہونے سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہے اور جو یقین رکھتے ہوئے رات کو یہ کلمات کہے اور صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ جنتی ہے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي خَطِيْئَتِي وَ جَهْلِي، وَ إِسْرَافِي فِي أَمْرِي كُلِّهِ، وَ مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي. اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي خَطَايَايَ، وَ عَمْدِي وَ جَهْلِي وَ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب أفضل الاستغفار، ۵: ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۷

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، ۴: ۳۵۱، رقم: ۵۰۷۰

هَزْلِي، وَ كُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِي. اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَ مَا أَخَّرْتُ، وَ مَا أَسْرَرْتُ وَ مَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَ أَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔(۱)

’’اے اللہ! میری خطا، جہل اور کام میں کمی بیشی کو معاف فرما دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری خطائیں معاف کردے خواہ وہ دانستہ، نادانستہ یا ہنسی مذاق میں کی ہوں کیونکہ وہ سب میری جانب سے ہے۔ اے اللہ! میں نے جو پہلے کیا اور جو بعد میں کروں، جو چھپایا اور جو ظاہر کیا۔ سب کو معاف فرما دے تو ہی اول، تو ہی آخر ہے اور تو سب کچھ کرسکتا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قال حِينَ يَأْوِي إلى فِرَاشه: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هو الحيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللهُ ذُنُوبَهُ وَ إِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبدِ الْبَحْرِ، وَ إِن كَانَتْ عَدَدَ وَرقِ الشَّجَرِ، وَ إِنْ كَانَتْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ، وَ إِن كَانَتْ عَدَدَ أَيَّامِ الدُّنْيَا۔(۲)

’’جو شخص بستر پر جاتے وقت أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هو الحيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے۔ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں) تین مرتبہ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اللهم اغفرلي ما قَدَّمْتُ وَ مَا أَخَّرْتُ، ۵: ۲۳۵۰، رقم: ۶۰۳۵

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، أبواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أوَی إلی فِرَاشِهِ، ۵: ۴۰۳، رقم: ۳۳۹۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۶۹۲، رقم: ۱۸۸۴

کہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشش دیتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ، درختوں کے پتوں، باہم ملی جلی ریت (کے ذرات) اور دنیا کے دنوں کے برابر ہوں۔‘‘

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَساءُ وا اسْتَغْفَرُوْا۔[1]

’’اے اللہ! مجھے اُن لوگوں میں سے کر دے کہ جب وہ نیک کام کریں تو خوش ہوں اور جب کوئی گناہ کریں تو مغفرت طلب کریں۔‘‘

۷۔ ایک اور مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دن قریب آ گئے تو آپ ﷺ یہ دعا بکثرت فرماتے تھے:

سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ أَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوبُ إِلَيْکَ۔[2]

’’اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔‘‘

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ بکثرت یہ کلمات (سبحان اللہ ......الیه) پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے پروردگار نے خبر

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب الاستغفار، ۴: ۲۹۴، رقم: ۳۸۲۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۲۹، رقم: ۲۵۴۹۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب ما يقال فی الرکوع و السجود، ۱: ۳۵۰، ۳۵۱، رقم: ۴۸۴
۲۔ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۲۳، رقم: ۶۴۱۱

www.MinhajBooks.com

دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو دیکھ لوں تو کثرت سے یہ پڑھوں، اور میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے۔‘‘

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَ الْفَتْحُo وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجًاo فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًاo(۱)

’’جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچےo اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیںo تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہےo‘‘

(۲) توبہ و اِستغفار اور انبیاء کرام و صلحاء عظام کے معمولات

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے بڑے اولیاء اللہ اور اکابرین علیہ الرحمۃ کے بھی یہ معمولات تھے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہتے تھے۔ ان میں سے چند جلیل القدر ہستیوں کے معمولات درج ذیل ہیں:

❁ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا معمول

حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ آپ علیہ السلام بچپن ہی سے اللہ کی بارگاہ میں کثرت سے معافی مانگتے اور گریہ و زاری کرتے رہتے تھے۔ جب کبھی اللہ کا ذکر یا عذاب و حساب کی بات سنتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو برسات کی طرح بہنے لگتے اور اس قدر زار و قطار روتے کہ کھانا، پینا کئی کئی دن تک چھوٹ جاتا آپ علیہ السلام کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی کثرتِ بکاء اور گریہ و زاری کو دیکھ کر یہ معمول بنا لیا تھا کہ وہ اپنی مجلس میں وعظ کے لئے بیٹھے ہوتے تو معافی، آخرت میں عذاب اور حساب و کتاب کا ذکر نہیں کرتے تھے اور صرف اللہ کی رحمت، بخشش اور جنت ہی کی بات کرتے تھے۔

(۱) النصر، ۱۱۰: ۱۔۳

ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام چھپ کر ستون کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کے مجلس میں موجود ہونے کا علم نہ تھا لہٰذا انہوں نے دوزخ، بخشش اور مغفرت کی بات چھیڑ دی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام اس قدر زار و قطار روئے کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔ باپ کو پتہ چلا تو اٹھا کر گھر لے گئے لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام زار و قطار روتے رہے۔ بالآخر گھر سے باہر نکل گئے اور پہاڑوں پر جا پہنچے اور ایک پتھر کے اوپر سجدے میں گر گئے تین دن اور تین راتیں مسلسل خدا کے حضور معافی مانگتے اور گریہ و زاری کرتے رہے اس دوران میں آپ کے والدین ماجدین آپ کو تلاش کرتے کرتے ان پہاڑوں کی طرف آ نکلے وہاں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا! کیا تو نے اس عمر کا معصوم خوبصورت بچہ دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے اس عمر کا کوئی بچہ تو نہیں دیکھا مگر اتنی بات ضرور ہے کہ آج تیسرا دن ہے اور اس غار سے کسی بچے کی دھاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آتی ہے جس کی وجہ سے میری بکریاں اس غار کے دھانے پر کھڑی ہوکر اس کا رونا سنتی رہتی ہیں، اس کے رونے میں اتنا درد ہے کہ میری بکریوں نے بھی چرنا چھوڑ دیا ہے جس پر میں خود پریشان ہوں۔ خدا جانے وہ کون ہے؟ یہ بات سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین سمجھ گئے کہ اس حالت میں رونے والا بچہ یحییٰ علیہ السلام ہی ہوسکتا ہے۔ وہ فوراً غار کے اندر گئے، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سجدے سے سر اٹھا لیا۔ آنکھیں بند تھیں موت کا اس قدر دھیان تھا کہ آپ علیہ السلام سمجھے شائد ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آ گیا ہے۔ آپ علیہ السلام اسی حالت میں فرمانے لگے: اگر تم ملک الموت ہو تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو تا کہ میں اپنے والدین سے معافی مانگ آؤں۔ تب آپ کی والدہ نے فرمایا: ’’بیٹا میں کوئی اور نہیں تمہاری ماں ہی تو ہوں‘‘ ماں کی ممتا سے معصوم بچے کو اس حال میں دیکھ کر نہ رہا گیا اور فرمانے لگیں: بیٹا تم اتنا کیوں روتے ہو؟ حالانکہ تم ابھی معصوم بچے ہو اس عمر میں اللہ تعالیٰ کے خوف میں اس طرح رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس پر یحییٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ امی جان! اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے اور مجھے مستحقِ عذاب قرار دیتے ہوئے جہنم میں

ڈالنے کا فیصلہ صادر فرما دے تو کیا آپ اس دن مجھے اس عذابِ الٰہی سے بچالیں گی؟ ان کی والدہ نے فرمایا: نہیں بیٹے! میں تو نہیں بچا سکوں گی۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: امی جان! اگر اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے کی استطاعت نہیں ہے تو آج مجھے اللہ کے خوف میں رونے سے کیوں روکتی ہیں؟ جب ماں نے یہ الفاظ سنے تو اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا اور پیار کرکے گھر لے گئیں اور کھانا کھلا کر سلا دیا۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ نیند کی حالت میں غیب سے آواز آئی یحیٰی! اب آخرت اور ہماری یاد کو بھول گیا ہے اور تجھے آرام کی نیند آ گئی ہے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام فوراً اٹھ گئے اور جنگلوں کی طرف بھاگ گئے۔ اس کیفیت کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت محمد بخش رحمہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

درد منداں نوں تانگ سجن دی ستیاں آن جگاوے

یہ واقعہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے بچپن کا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ والوں کی زندگیاں کس طرح معافی مانگنے، اللہ کے حضور گڑگڑانے اور خوفِ الٰہی میں بسر ہوئیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی کیفیت کا یہی رنگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر غالب تھا۔ چنانچہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جسے بھی دیکھیں وہ خوفِ الٰہی کا پیکر نظر آتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوفِ الٰہی میں اتنا روتے کہ ان کے مقدس رخساروں پر آنسوؤں کے ہر وقت بہتے رہنے سے سیاہ نشان پڑ گئے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تین تین دن تک بے ہوش پڑے رہتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی عیادت کے لئے آیا کرتے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

تبع تابعین میں سے ایک بہت بڑے ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حرمِ کعبہ میں رات کے پچھلے پہر لوگ مصروفِ طواف تھے، کچھ لوگ سجدے کر رہے تھے اور کچھ عبادت میں مگن

تھے، اس اثناء میں ایک شخص چہرے پر کپڑا اوڑھے پچھلی رات کے اندھیرے میں مقام ملتزم پر رو رو کر اللہ کے حضور عرض کر رہا تھا: اے میرے مولا! کائنات میں تیری زمین پر ریت کے اتنے ذرّے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں، سمندروں میں پانی کے اتنے قطرے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں، درختوں کے اتنے پتے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں، اے مولا! کائنات میں اول سے آخر تک اس قدر عدد تیری مخلوق کا نہیں جتنا عدد میرے گناہوں کا ہے، زمین و آسمان کی اتنی وسعت نہیں جتنے میرے گناہ ہیں، اے مولا! تو مجھے معاف کر دے۔ تابعی بزرگ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ساری رات بیت گئی اور وہ اللہ کا بندہ دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر ہر شخص کا جگر پھٹا جا رہا تھا۔ فضاؤں میں رونے کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھی، ہر سو سسکیاں تھیں، فجر کا وقت قریب ہو گیا تابعی بزرگ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ شخص غلافِ کعبہ پکڑ کر اس قدر رویا کہ مجھے ترس آ گیا۔ میں رونے والے کے پاس گیا۔ اس کا دامن پکڑا اور اللہ سے عرض کیا: مولا! یہ کوئی بڑا گنہگار، بڑا دکھی شخص ہے میں بھی تجھے تیری رحمت کا واسطہ دیتا ہوں اور میں اپنی نیکیاں اس شخص کو دیتا ہوں تو اس گنہگار کو بخش دے۔ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص زار و قطار روتا رہا۔ بالآخر میں نے اس کا کپڑا پکڑا اور کہا: اے گنہگار! اپنے گناہوں پر اتنا رونے والے! ذرا کپڑا اٹھا کر چہرہ تو دکھا کہ تو ہے کون؟ میں بھی اللہ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے بخش دے۔ تابعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب میں نے کپڑا اٹھایا تو ساری رات زار و قطار رونے والے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تھے ان کو دیکھنے کے بعد مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں رو کر عرض کرنے لگا: مولا! اگر ان لوگوں کا یہ حال ہے تو ہمارا حال کیا ہوگا؟

اسی طرح اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، صلحاء و اولیاء اور دیگر برگزیدہ لوگوں کی زندگیوں میں خوفِ الٰہی کی کیفیات کا بغور مطالعہ کریں اور ان کے واقعات کو چشمِ تصور میں لائیں تو شرم و ندامت سے پانی پانی ہو جائیں کہ اس قدر عظیم ہستیاں جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ یادِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی میں گزرتا ہے مگر پھر بھی مخلوق کے سامنے مجرم و خطا کار کی طرح رہتے ہیں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی گریہ و زاری

امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی گریہ و زاری اور معافی مانگنے کا بھی عجب معمول تھا۔ تبع تابعین کے دور کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں اس ارادے سے رات بسر کرنے آیا کہ دیکھوں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی شب بیداری کیسی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ گھر گئے۔ دن کو جو عالمانہ لباس پہنا ہوا تھا تبدیل کر کے اللہ کے حضور پیش ہونے کے لئے غلامانہ لباس پہن آئے اور مسجد کے کونے میں کھڑے ہو گئے، ساری رات اپنی داڑھی کھینچتے رہے اور عرض کرتے رہے مولا! ابو حنیفہ تیرا مجرم ہے۔ اسے معاف کر دے، حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ رو رو کر بے ہوش ہو جاتے جب ہوش آتا تو عرض کرتے مولا! اگر قیامت کے دن ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ بخشا گیا تو بڑے تعجب کی بات ہوگی۔

حضرت امام عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی گریہ وزاری

حضرت امام عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی سفید داڑھی تھی وہ اس کو پکڑ کر اللہ کے حضور روتے تھے اور عرض کرتے تھے ”اے مولا! عبد اللہ بن مبارک کے بڑھاپے پر رحم فرما“ وہ ہر وقت معافی مانگتے رہتے تھے۔ ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ اور بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ جب درج ذیل آیت کریمہ پڑھتے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍo وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍo (۱)

”بیشک نیکوکار جنتِ نعمت میں ہوں گےo اور بیشک بدکار دوزخِ (سوزاں) میں ہوں گےo“

تو حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ رو رو کر بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں

(۱) الانفطار، ۸۲: ۱۳، ۱۴

آئے تو کہا معلوم نہیں کہ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟

یہ اللہ کے ان مقبول بندوں کی حالت ہے جن کی ساری زندگیاں بندگی اور اطاعت میں گزریں لیکن ادھر ہماری حالت یہ ہے کہ نہ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ خوف کا احساس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت ظالم، غافل اور گنہگار ہیں، ہماری زندگیوں کے شب و روز بغاوت، سرکشی، لالچ اور طلبِ دنیا جیسے شیطانی پھندوں میں الجھے ہوئے ہیں، ہم اپنے نفس کے اسیر ہیں، ان لوگوں کی بندگی اور خوفِ الٰہی کی یہی کیفیت انہیں حیات جاوداں عطا کر گئی۔ ان کے علم و عمل کے تذکرے رہتی دنیا تک رہیں گے کہ انہوں نے علم کو اعمالِ صالحہ کے خوبصورت سانچوں میں ڈھالا اور تقویٰ کے پروقار لباس میں ملبوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علم و اخلاص اور عملِ صالحہ کی خیرات کے طالب انہی ہستیوں کی تقلید میں ان کے بحرِ علم سے نا صرف آج بھی فیضیاب ہو رہے ہیں بلکہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اہل اللہ کے ان واقعات سے سبق سیکھ کر ہمیں بھی ہر وقت اللہ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے کیونکہ اسی سے نفس اور قلب کی اصلاح ہوتی ہے، اسی سے ظاہر اور باطن کے احوال درست ہوتے ہیں اور توبہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر لطف و کرم فرمائے اور ہمیں ہر لحظہ اپنے حضور معافی مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے!

۹۔ برائی کے بعد نیکی کرنا

تائب کے لئے توبہ کو برقرار رکھنے کا دوسرا عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ توبہ کرنے کے بعد برائیوں کی مقدار کے برابر نیکیاں کرے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔(۱)

''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

(۱) ہود، ۱۱: ۱۱۴

کراماً کاتبین فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نیکی لکھنے میں جلدی کرتے ہیں۔ جبکہ برائی لکھنے میں دیر کرتے ہیں۔ اور اگر بندہ گناہ کرنے کے بعد نیکی کر لے تو وہ گناہ نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صاحب اليمين أمين على صاحب الشمال فإذا عمل العبد بحسنة كتبها بعشر أمثالها، و إذا عمل سيئة و أراد صاحب الشمال أن يكتبها. قال له صاحب اليمين أمسک عنها، فيمسک عنها، فإن استغفر الله لم يكتب و إن سكت كتبت عليه۔(۱)

’’دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے پر امین ہے جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو (دائیں جانب والا فرشتہ اسے بجائے ایک کے) دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب کوئی ایک برائی کرتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ اسے لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو دائیں طرف کا فرشتہ اسے ٹھہر جانے کا حکم کرتا ہے یہ فرشتہ ٹھہرا رہتا ہے اور اسے نہیں لکھتا پھر اس عرصہ میں اگر بندہ اس برائی سے توبہ کرلیتا ہے تو فرشتہ کچھ نہیں لکھتا اور اگر توبہ نہیں کرتا تو ایک برائی لکھ لیتا ہے۔‘‘

بے شک نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا تاب العبد من ذنوبه أُنسى الله عزوجل حفظته و ذنوبه و أُنسى ذلک جوارحهٗ و معالمه من الأرض حتى يلقى الله يوم القيامة و ليس عليه شاهد من الله بذنب۔(۲)

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۲۴۷، رقم: ۷۹۷۱
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۳۹۰، رقم: ۷۰۴۹

(۲) منذری، الترغیب والترهیب، ۴: ۹۴، ۹۵، رقم: ۱۷

''جب بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے تو اللہ تعالی کراماً کاتبین کو اس کی برائیاں بھلا دیتا ہے (یعنی بندے کی برائیاں انکو یاد نہیں رہتیں اور وہ اعضاء بھی جن سے گناہ کئے تھے گناہوں کو بھول جاتے ہیں) اور وہ جگہ بھی گناہوں کو بھول جاتی ہے جہاں گناہ کئے تھے یہاں تک کہ بندہ قیامت کے دن اس حال میں آتا ہے کہ اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہیں ہوتا۔''

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا عَمِلْتَ السَّيِّئَةَ فَاعْمَل بِجَنْبِهَا حَسَنَةً، السِّرُّ بِالسِّرِّ، و العَلَانِيَة بِالْعَلَانِيَةِ۔(۱)

''جب تو کوئی برا عمل کر بیٹھے تو اس کے بعد ایک نیکی کر، پوشیدہ (برائی) کے بدلے پوشیدہ (نیکی) اور اعلانیہ (برائی) کے بدلے اعلانیہ (نیکی) کر۔''

الغرض اگر کوئی شخص ہر برائی کے بعد نیکی کا عمل پختہ کر لے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے بندے کو صالحین میں داخل فرما دیتا ہے ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ○(۲)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ہم انہیں ضرور نیکو کاروں (کے گروہ) میں داخل فرما دیں گے ○''

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۹۹، ۱۰۰، رقم: ۳۴۳۱۴
۲۔طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۷۵، رقم: ۳۷۴
(۲) العنكبوت، ۲۹: ۹

۱۰۔ فضول کاموں سے بچنا

توبہ کو خالص کرنے کے لئے فضول اور بے مقصد کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تائب کو درج ذیل چھ فضولیات سے الگ رہنا چاہیے:

۱۔ فضول کلام کرنا ۲۔ فضول نظر بازی کرنا

۳۔ فضول چلنا ۴۔ فضول کھانا

۵۔ فضول پینا ۶۔ فضول پہننا(۱)

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فضول کاموں سے اجتناب کے بارے میں فرماتے ہیں:

من خالط الناس داراهم، و من داراهم راباهم، و من راباهم وقع فيما وقعوا فهلک كما هلكوا۔(۲)

”جو لوگوں سے اختلاط کرے گا وہ ان کی مدارت کرے گا اور جو ان کی مدارت کرے گا وہ اس کے سامنے دکھاوا کرے گا آخر میں وہ اس میں پڑے گا جس میں وہ پڑے چنانچہ جیسے وہ برباد ہوئے یہ بھی برباد ہوگا۔“

۱۱۔ صلحاء و صالحین کی صحبت اختیار کرنا

صحبت سے نیک اور بد دونوں اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے لازم ہے کہ ابتداء سے ہی نیکو کاروں کی صحبت اختیار کی جائے۔ شیخ ابو بکر تامستانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

---

(۱) أبو طالب مكی، قوت القلوب، ۱: ۳۷۰

(۲) أبو طالب مكی، قوت القلوب، ۱: ۲۰۵

’’اللہ کے ساتھ رہو اگر تمہارے اندر اس کی طاقت نہیں تو ان لوگوں کی صحبت میں رہو جو اہل اللہ کے ہم صحبت ہیں تاکہ ان کی صحبت کی برکت تمہیں اللہ کی صحبت میں پہنچا دے۔‘‘(۱)

کسی نے حضرت یحیٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ توبہ کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: انسان اپنی عمر میں دو دنوں کے درمیان ہے ایک گزشتہ اور ایک آئندہ کا دن، ان دونوں کو تیسری چیز حال یعنی آج کے دن سے درست کرے گزشتہ دن پر ندامت کرے، بخشش چاہے، آئندہ دن کو برائیوں اور برے لوگوں سے جدا رکھے، سالکین کی مصاحبت کرے، اہلِ ذکر کی ہم نشینی اختیار کرے، ہمیشہ خالص غذا کھائے اور عمل کو لازم پکڑے۔‘‘(۲)

اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی تائبین کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے حضرت عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جالسوا التوّابين فإنهم أرق شيء أفئدة۔(۳)

’’توبہ کرنے والوں کے پاس نشست رکھو یعنی ان کی صحبت اختیار کرو اس لئے کہ ان کے دل سب سے زیادہ رقیق ہوتے ہیں۔‘‘

روایات میں ہے کہ صالحین اور متقین کی صحبت کے فیض سے بڑے بڑے گنہگار ولایت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔

توبہ کو برقرار رکھنے کے مذکورہ بالا معمولات کو اگر ہم اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں اور اپنی طبیعت کو ان کا عادی بنا لیں تو ایسی نیک عادت عبادت بن جاتی ہے۔ اسی طرح

---

(۱) سہروردی، عوارف المعارف: ۵۸۸

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۷۰

(۳) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۱۱۶، رقم: ۳۴۴۵۴

ان معمولات کو لگاتار اور مسلسل کرتے رہنے سے نہ صرف توبہ قائم رہتی ہے بلکہ آئندہ کی زندگی اللہ رب العزت کی اطاعت و فرمانبرداری کے رنگ میں رنگ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتی ہے۔

موت سے قبل صلحاء کا عملِ توبہ

سلف صالحین علیھم الرحمۃ جب بیمار ہوتے تو ان کے دل ہر مرض میں اس خوف سے گھبراتے تھے کہ کہیں ان کی موت کا آخری وقت نہ ہو، ایسا ہی خوف رکھنے والے سلفِ صالحین میں سے چند کے احوال درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک مرتبہ حضرت حسان بن منان علیہ الرحمۃ بیمار ہوگئے۔ ان کے دوست عیادت کو آئے اور حال دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں جہنم کی آگ سے بچ جاؤں تو اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے دریافت کیا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مرنے سے پہلے ایک لمبی رات مل جائے جس کو نماز اور استغفار ہی میں تمام کروں۔

۲۔ کسی نے حضرت رابعہ بصری علیھا الرحمۃ سے سوال کیا، بغیر کسی ظاہری مرض کے آپ علیھا الرحمۃ گریہ زاری کیوں کرتی رہتی ہیں؟ آپ علیھا الرحمۃ نے فرمایا: میرے سینے میں ایک مرض پنہاں ہے، جس کا علاج نہ تو کسی طبیب کے پاس ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے، اس کا واحد علاج صرف وصالِ خداوندی ہے۔ اس لیے میں مریضوں جیسی صورت بنائے رکھتی ہوں اور گریہ و زاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں خواہش پوری ہو جائے۔(۱)

۳۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہم فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کی

(۱) ابن عطار، تذکرۃ الأولیا: ۵۸

عیادت کو گئے تو وہ فرمانے لگے ’’اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے یہ بات تمہارے آنے سے زیادہ پسند تھی۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے پاس اپنے رب ﷻ کی شکایت نہ کروں۔‘‘

۴۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ عطا سلمی علیہ الرحمۃ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گئے۔ ان پر صفرا کا غلبہ تھا۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا: اے عطا! اگر تم صحن میں لیٹو تو اچھا ہے انہوں نے جواب دیا۔ میں اپنے رب سے شرماتا ہوں کہ وہ مجھے حظِ نفس (نفسانی لذت) کے لئے دوڑ دھوپ کرتے دیکھے۔

۵۔ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہما الرحمۃ بیمار ہوئے تو ان کے لئے طبیب لایا گیا۔ طبیب نے ان کو دیکھا اور کہا کہ ان کا جگر خوفِ الٰہی سے پھٹ گیا ہے میں اس کا علاج نہیں کرسکتا۔

۶۔ ایک مرتبہ حسن بصری علیہ الرحمۃ پوری رات مصرف گریہ رہے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا شمار تو صاحبِ تقویٰ لوگوں میں ہوتا ہے۔ پھر آپ اس قدر گریہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں تو اس دن کے لئے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہوگئی ہو کہ اللہ تعالیٰ باز پرس کرکے یہ فرما دے کہ اے حسن! ہماری بارگاہ میں تمہاری کوئی وقعت نہیں اور ہم تمہاری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔(۱)

۷۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت لوگوں نے سوال کیا۔ آپ کی کیا آرزو ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ’’میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے پھر آپ نے یہ مصرع پڑھا:

الخوف امرضنی والشوق احرقنی

(خوف نے مجھے بیمار کر دیا اور شوق نے مجھے جلا دیا۔)

(۱) ابنِ عطار، تذکرۃ الأولیاء: ۲۱

اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور ہوش آنے کے بعد جب یوسف بن حسین نے وصیت کرنے کے لئے عرض کیا تو فرمایا: ’’اس وقت میں خدا کے احسانات میں گم ہوں، اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا۔(۱)

بوقتِ مرضِ وِصال اَولیاء اللہ کے اَحوال

۱۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ سے جب لوگوں نے حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ’’میں دنیا سے رخصت ہونے کو ہوں، میرے بد اعمال میرے سامنے آنے والے ہیں اور میں خدا کے فضل پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ کے پاس ان کی بیماری میں ایک امیر آیا اور اس نے ایک ہزار دینار ان کے پہلو میں رکھ دیئے اور کہا کہ انہیں اٹھائیں، اللہ آپ کو آرام دے پھر دریافت کیا کوئی اور ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں آج کے بعد پھر تم میرے پاس نہ آنا پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ میری برائی کو موت سے پہلے مزید بھاری بنانا چاہتا ہے۔

۳۔ حضرت فضیل بن عیاض علیھما الرحمۃ کے پاس لوگ عیادت کو گئے اور ان سے دریافت کیا۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ’’موت سے پہلے اپنے دوست یوسف بن اسباط کو ایک نظر دیکھ لوں۔

۴۔ حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ کسی بخیل کو موت میں خیرات کرتے دیکھتے تو فرماتے: ’’اللہ اسے ہمیشہ بیمار رکھنا کیونکہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور فقراء کے لئے بھی بہتر ہے۔‘‘

۵۔ ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض علیھماالرحمۃ بیمار ہوئے۔ لوگوں نے ان سے حال دریافت کیا تو فرمانے لگے: ’’راضی ہوں مگر میرے لئے لمبی بیماری کی دعا

(۱) ابنِ عطار، تذکرۃ الأولیاء: ۱۰۵

کر وتا کہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں اور نہ لوگ مجھے دیکھیں۔‘‘

۶۔ حضرت ابو بکر بن عبد اللہ علیہما الرحمۃ کے پاس لوگ عیادت کے لئے گئے، آپ دو آدمیوں کے سہارے سے باہر آئے تو لوگوں نے دعا کے لئے عرض کی، آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے رب کی اطاعت میں مشغول ہو اس سے پہلے کہ اس پر میرے جیسی حالت وارد ہو۔‘‘

۷۔ حضرت مامون الرشید علیہ الرحمۃ کے پاس لوگ آخری وقت میں عیادت کے لئے گئے تو مامونؒ اپنے خادموں کو کہہ رہا تھا ’’میرے لئے گھوڑے کی جھول بچھاؤ اور اس پر خاکستر پھیلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل کی پھر وہ اس پر لوٹنے لگا اور کہا: اے دائمی ملک کے بادشاہ! فانی ملک کے بادشاہ پر رحم فرما۔

۸۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا وقتِ وفات قریب آیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وصیت کی تھی کہ تمہارا دنیوی سامان اتنا ہونا چاہئے جتنا سوار کا توشہ لیکن افسوس کہ میں نے اس قدر مال ومتاع جمع کر لیا ہے۔‘‘ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا جب ان کا انتقال ہوا تو تمام اسباب کی قیمت صرف پندرہ درہم لگائی گئی۔ گویا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف چند درہم کا متاع بھی بہت زیادہ تھا۔

۹۔ حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ کا جب وقتِ وصال قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا رونے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: ’’میں اپنے رب کے قاصد کا منتظر ہوں معلوم نہیں وہ جنت کی خوشخبری سناتا ہے یا دوزخ کی۔‘‘

۱۰۔ امام التابعین محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ کا انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے لوگوں نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: ’’گذشتہ زندگی میں کوتاہی اور نارِ جہنم میں جانے کے خوف سے روتا ہوں۔‘‘

۱۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ کی وفات قریب آئی تو فرمانے لگے: ’’اے اللہ! میں نے گناہ کئے ہیں۔ اگر تو معاف کردے تو مجھ پر احسان ہے اور اگر عذاب دے تو تیرا عدل ہے، ظلم نہیں ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ پھر جاں بحق ہوگئے۔ (اپنے خالق حقیقی سے جا ملے)

۱۲۔ حضرت عامر بن قیس علیہ الرحمۃ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رو پڑے اور فرمانے لگے: ’’میں موت کے ڈر سے نہیں روتا اور نہ مجھے دنیا کی حرص ہے بلکہ میں اپنے رب کی جی بھر کر اطاعت نہ کرنے پر اور سردیوں کی راتوں میں قیام نہ کرنے پر روتا ہوں۔‘‘

۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ جب فوت ہونے لگے تو اپنے غلام سے کہا: میرا سر مٹی پر رکھ دو۔ غلام رونے لگا۔ انہوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کی۔ مجھے آپ کا وہ آرام یاد آیا ہے جس میں آپ رہتے تھے اور اب آپ وہی ہیں کہ اس حالت میں جان دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ میں ایسی حالت میں ہی مروں پھر فرمانے لگے: اے دوست! جب حالت بدل جائے تو مجھے لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرنا۔

۱۴۔ حضرت عطاء بن یسار علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا: اے احمد! تو دنیا سے اس حالت میں جا رہا ہے کہ مجھ سے محفوظ ہے انہوں نے فرمایا: میں ابھی تیری عداوت سے محفوظ نہیں ہوں۔‘‘

۱۵۔ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ ایک آدمی کے پاس گئے جو نزع کی حالت میں تھا فرمانے لگے: ’’جس کام کا انجام ایسا ہو اس سے شروع ہی سے بے رغبتی لازم ہے۔‘‘

۱۶۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا وقتِ وفات قریب آیا تو فرمانے لگے: ’’اے موت! گلا

گھونٹنے میں جلدی کر کیونکہ میں اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

۱۷۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے انتقال کا وقت آیا تو فرمانے لگے:
’’اے اللہ! ایک نہایت ہی سخت دل گنہگار بوڑھے پر رحم فرما۔ اے اللہ! میری لغزش معاف کر دے اور خطائیں بخش دے اور اس جاہل پر نرمی کر جو تیرے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتا اور نہ کسی سے امید رکھتا ہے۔ پھر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔‘‘

۱۸۔ حضرت ہشام بن عبدالملک علیہ الرحمۃ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنی اولاد کو دیکھا جو ان کے پاس رو رہی تھی وہ کہنے لگے۔ ’’ہشام نے تمہارے لئے دنیا بخش دی اور تم اس پر روتے ہو اور اس نے جو کچھ جمع کیا تمہارے لئے چھوڑ دیا اور تم نے اس پر اس کے کمائے ہوئے گناہ چھوڑے پس اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا تو ہشام کا انجام کیسا برا ہے۔‘‘

اگر ہم اپنے احوال ان تمام صالحین کے احوال کے مطابق ڈھال لیں اور سچی توبہ کرکے اپنی زندگیوں میں انقلاب بپا کر دیں تو ہمیں بھی وہ تمام روحانی برکات حاصل ہوسکتی ہیں جن کی تمنا یہ بزرگانِ سلف کرتے چلے آئے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

باب دُوُم

ذِکرِ اِلٰہی

www.MinhajBooks.com

ذِکرِ اِلٰہی کا معنی و مفہوم

ذکرعربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی یاد کرنا، یاد تازہ کرنا، کسی شئے کو بار بار ذہن میں لانا، کسی چیز کو دہرانا اور دل و زبان سے یاد کرنا ہیں۔[1]

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) نے ذِکرِ اِلٰہی کے درج ذیل معانی بیان کئے ہیں:

۱۔ وحی ربانی	۲۔ یاد دہانی
۳۔ قصہ بیان کرنا	۴۔ نصیحت
۵۔ نام پکارنا	۶۔ تذکرہ[2]

۱۔ لفظ ذکر کے مختلف قرآنی اِطلاقات

قرآنِ حکیم میں لفظ ذکر اور اس سے مشتق الفاظ کا اطلاق مختلف معانی میں کیا گیا ہے۔ چند آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ذکر کا ایک معنی یاد کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔[3]

’’پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعرِ حرام (مُزدلفہ) کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو۔‘‘

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۴: ۳۰۸، ۳۱۱

(۲) راغب أصفهانی، المفردات، ۱۷۹۔۱۸۰

(۳) البقرة، ۲: ۱۹۸

۲۔ خود قرآن کریم کو بھی ذکر سے موسوم کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ○(۱)

’’بیشک یہ ذکرِعظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○‘‘

قرآن کو ’’ذکر‘‘ اس لیے کہا گیا کہ اِس میں جا بجا سابقہ امتوں کا تذکرہ درج ہے جو ہمیں ان کے احوال و واقعات کی یاد دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کو ذکر اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کو یاد کرنے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۳۔ ذکر کا ایک معنی نمازِ پنجگانہ بھی ہے۔ کیونکہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ سے ملانے، اس کے قریب کرنے اور اسے یاد کرنے کا سبب اور ذریعہ بنتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ○(۲)

’’پھر اگر تم حالتِ خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار (جیسے بھی ہو نماز پڑھ لیا کرو)، پھر جب تم حالتِ امن میں آجاؤ تو انہی طریقوں پر اللہ کو یاد کرو جو اس نے تمہیں سکھائے ہیں جنہیں تم (پہلے) نہیں جانتے تھے○‘‘

۴۔ ذکر کا ایک معنی تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا بیان کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ○ وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا○(۳)

(۱) الحجر، ۱۵: ۹

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۳۹

(۳) الاحزاب، ۳۳: ۴۱۔ ۴۲

’’اے ایمان والو! تم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کروo اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کروo‘‘

مذکورہ بالا معانی کے علاوہ قرآن حکیم میں لفظِ ذکر کا اطلاق دعا، تلاوت اور نصیحت کیلئے بھی ہوا ہے۔ اگر ان تمام معانی پر غور کیا جائے تو ہمیں سب میں ایک قدر مشترک نظر آئیگی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ’’یادِ الٰہی‘‘ ذکر کا بنیادی معنی ہے۔

۲۔ ذکرِ اِلٰہی یادِ اِلٰہی سے عبارت ہے

ذکرِ الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر حالت میں، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے اپنے محبوبِ حقیقی کو یاد رکھے اور اس کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔

صوفیاء کرام کے ہاں ذکرِ الٰہی کا مفہوم بہت بلند ہے، سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر

(انسان کا ایک ایک سانس اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف ہو، اس کا ایک لمحہ بھی غفلت کی نذر نہ ہو ورنہ کفر لازم آئے گا۔)

حضور غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔۵۶۱ھ) لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ذکر کا مفہوم بیان فرماتے ہیں:

’’اے سامعین! تم اپنے اور خدا کے درمیان ذکر سے دروازہ کھول لو، مردانِ خدا ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ذکرِ الٰہی ان سے ان کے بوجھ کو دور کر دیتا ہے۔‘‘(۱)

(۱) عبد القادر جیلانی، الفتح الربانی والفیض الرحمانی: ۴۱

حاصلِ کلام یہ ہوا کہ ''ذکر'' یادِ الٰہی کا وہ طریقہ ہے جس سے انسان کو اپنے خالق و مالک حقیقی کی معرفت اور پہچان نصیب ہوتی ہے۔ صوفیاء کرام سے منسوب درج ذیل قول اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔(۱)

''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

ذکرِ اِلٰہی کی اہمیت و فضیلت

اس دورِ مادیت میں ہمارے احوالِ زندگی مجموعی طور پر بگاڑ کا شکار ہیں۔ ہماری روحیں بیمار اور دل زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق بندگی حقیقتاً معدوم ہو چکا ہے۔ ہمارے باطن کی دنیا کو حرص و ہوس، بغض و عناد، کینہ و حسد، فخر و مباہات، عیش و عشرت و سہل پسندی، خودغرضی و مفاد پرستی اور انا پرستی و دنیا پرستی کی آلائشوں نے آلودہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا ان بگڑے ہوئے احوال کو درست کرنے، بیمار روحوں کو صحت یاب کرنے، آئینہ دل کو شفاف کرنے، قلب و باطن کو نور ایمان سے منور کرنے، احوالِ حیات کو روحانی انقلاب کی مہک سے معمور کرنے اور محبوب حقیقی سے ٹوٹے ہوئے تعلق کو دوبارہ بحال کرنے کی ضرورت ناگزیر ہے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔

۱۔ ذکرِ الٰہی ہر عبادت کی اصل ہے

تمام جنوں اور انسانو ں کی تخلیق کا مقصد عبادتِ الٰہی ہے اور تمام عبادات کا مقصودِ اصلی یادِ الٰہی ہے۔ کوئی عبادت اور کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے خالی

(۱) ۱۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۱۰: ۲۰۸

۲۔ غزالی، إحیاء علوم الدین، ۳: ۲

۳۔ بقاعی، مصرع التصوف: ۴۳

نہیں۔سب سے پہلی فرض عبادت نماز کا بھی یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو دوام حاصل ہو اور وہ ہمہ وقت جاری رہے۔نفسانی خواہشات کو مقررہ وقت کے لئے روکے رکھنے کا نام روزہ ہے جس کا مقصد دل کو ذکر الٰہی کی طرف راغب کرنا ہے۔ روزہ نفس انسانی میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے اور دل کی زمین کو ہموار کرتا ہے تاکہ اس میں یاد الٰہی کا پودا جڑ پکڑ سکے کیونکہ دل جب لذات نفسانیہ میں گھرا ہوتو اس میں ذکرِ الٰہی قرار نہیں پکڑ سکتا۔ اسی طرح حج میں خانہ کعبہ اور مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہونا یادِ الٰہی کا ہی مظہر ہے۔ قرآن حکیم پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سارے کا سارا اسی کے ذکر سے بھرا ہوا ہے، اس کی تلاوت اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام عبادات کی اصل ذکرِ الٰہی ہے اور ہر عبادت کسی نہ کسی صورت میں یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ مردِ مومن کی یہ پہچان ہے کہ وہ جب بھی کوئی نیک عمل کرے تو اس کا مطمحِ نظر اور نصب العین فقط رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ یوں ذکرِ الٰہی رضائے الٰہی کا زینہ قرار پاتا ہے ۔اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن وسنت میں جابجا ذکر الٰہی کی تاکید کی گئی ہے۔

۲۔ کثرتِ ذکر محبتِ الٰہی کا اوّلین تقاضا ہے

انسانی فطرت ہے کہ وہ اس چیز کو ہمیشہ یاد کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا لگاؤ کی حد تک گہرا تعلق ہو۔وہ کسی صورت میں بھی اسے بھلانے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اہلِ محبت کے ہاں یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شے سے محبت ہو اسے اٹھتے بیٹھتے یاد کیا جاتا ہے۔محبوب جس قدر صاحبِ عظمت وشان اور حسن و جمال کا پیکر ہوگا محبّ کی زبان پر اسی قدر اس کا ذکر کثرت سے آئے گا۔ ایک مومنِ کامل کی دلی محبت، مخلصانہ الفت اور جذباتی تعلق کا مرکز ومحور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہی ہوسکتا ہے اور جس بندے کو محبتِ الٰہی کی کیفیت نصیب ہو جائے اس کی دیوانگی اور اس کے جوشِ محبت کا عالم کیا ہوگا؟ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو بھی محبتِ الٰہی کے اس بحرِ بیکراں سے کوئی قطرہ ہو جائے اس کی نظر میں پوری دنیا کی نعمتیں ہیچ، بے اثر اور بے وقعت ہو جاتی ہیں

اور وہ پوری دنیا اپنے محبوب کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبین کی بنیادی شرط بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (۱)

’’اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔‘‘

صرف اس ذات کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے جس سے شدید محبت ہو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ۔ (۲)

’’انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر بڑی کثرت سے کرتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی محبت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہر پل اسی کا نام وردِ زبان رہے، ہر لمحہ دل میں اس کی یاد بسی رہے اور ہر گھڑی اس کے ذکر میں تمام ہو۔ کثرتِ ذکر کے باب میں بے شمار آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ رب العزت نے حضرت زکریا علیہ السلام کو کثرتِ ذکر کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (۳)

’’اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرتے رہو ○‘‘

(۱) البقرة، ۲: ۱۶۵

(۲) ہندی، کنز العمال، ۱: ۴۲۵، رقم: ۱۸۲۹

(۳) آل عمران، ۳: ۴۱

۲۔ اللہ ﷻ نے اہلِ ایمان کو کثرتِ ذکر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللهَ ذِکْرًا کَثِیْرًاo(۱)

’’اے ایمان والو! تم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کروo‘‘

۳۔ کثرتِ ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلے میں اہلِ حق کی ثابت قدمی کا ذریعہ اور کامیابی و فلاح کی کُنجی قرار دیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَo(۲)

’’اے ایمان والو! جب (دشمن کی) کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤo‘‘

۴۔ مسلمان مجاہدین کو کثرتِ ذکر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْکُرُوا اللهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ج اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰـبًا مَّوْقُوْتًاo(۳)

’’پھر (اے مسلمانو!) جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہر حال میں) یاد کرتے رہو، پھر جب تم (حالتِ خوف سے نکل کر) اطمینان پا لو تو نماز کو (حسبِ دستور) قائم کرو۔ بیشک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہےo‘‘

---

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۴۱

(۲) الانفال، ۸: ۴۵

(۳) النسآء، ۴: ۱۰۳

۵۔ باری تعالیٰ نے کثرتِ ذکر کو اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرنے والوں کی صفت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا○(۱)

''فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے○''

۶۔ کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے اہل ایمان نیکو کار شعراء کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○(۲)

''سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے (یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے مدح خواں بن گئے) اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (ظالموں سے بزبانِ شعر) انتقام لیا (اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام اور مظلوموں کا دفاع کیا بلکہ ان کا جوش بڑھایا تو یہ شاعری مذموم نہیں)، اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ (مرنے کے بعد) کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں○''

کثرتِ ذکر کے حوالے سے چند احادیثِ نبوی ﷺ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۲۱

(۲) الشعراء، ۲۶: ۲۲۷

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ۔(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔“

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي لَکَ شَکَّارًا، لَکَ ذَکَّارًا، لَکَ رَهَّابًا، لَکَ مِطْوَاعًا، لَکَ مُخْبِتًا إِلَيْکَ أَوَّاهًا مُنِيبًا۔(۲)

”اے پالنہار! تو مجھے اپنا کثرت سے شکر گزار ذکر کرنے والا، بہت ڈرنے والا، نہایت فرما بردار، خوب اطاعت کرنے والا، بہت عاجزی کرنے والا، بہت گریہ وزاری کرنے والا اور تیری ہی جانب رجوع کرنے والا بنا دے۔“

۳۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص با وضو ہو کر اپنے بستر پر لیٹے اور نیند آنے تک ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ وہ رات کی جس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔“(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحيض، باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيرها، ۱: ۲۸۲، رقم: ۳۷۳

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ماجاء أن دَعْوَةَ الْمُسْلِمِ مُسْتَجابَةٌ، ۵: ۳۹۴، رقم: ۳۳۸۴

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب في فَضْلِ التَوبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِن رَحْمَةِ اللهِ بِعِبَادِهِ، ۵: ۵۱۷۔۵۱۸، رقم: ۳۵۵۱

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ماجاء في عَقْدِ التَسْبِيحِ بِالْيَدِ، ۵: ۴۹۸، رقم: ۳۵۲۶

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ حَتَّى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔[1]

’’اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ وہ (منافق) لوگ مجنوں تمہیں کہنے لگیں۔‘‘

پس اللہ کی یاد اپنے دل میں بسانے اور اس سے ٹوٹے ہوئے تعلق کو بحال کرنے کا واحد ذریعہ ذکرِ الٰہی کی کثرت ہے۔ اگر یہ ذکر ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائے تو نگاہوں کے پردے اٹھ جائیں گے اور محبوبِ حقیقی کے حسنِ لا زوال کے جلوے بے نقاب ہو جائیں گے۔ جب آنکھوں کے پردے اٹھ جائیں اور حسنِ مطلق کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہو تو پھر ذاکر اپنے آپ کو بھول کر ان جلووں میں کھو جاتا ہے۔

۳۔ ذکرِ الٰہی قربِ اِلٰہی کا بہترین ذریعہ ہے

جب بندے کی یہ کیفیت ہو جائے کہ اس کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے، وہ تمام دنیوی محبتوں سے کنارا کش ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جائے، اُسی کو پکارے، فرمانِ الٰہی - ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾[2] کے مصداق ہر شے سے کٹ کر اسی کا ہو جائے اور اس کے رگ ریشے میں اسی محبوبِ حقیقی کی یاد سما جائے تو اسے ذکرِ الٰہی کی ساری حلاوتیں اور برکتیں یوں نصیب ہوں گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اپنے قربِ خاص سے نوازے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۱، رقم: ۱۱۶۷۴

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۹۹، رقم: ۸۱۷

(۲) المزمل، ۷۳: ۸

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔[۱]

’’اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔‘‘

بندہ جب اللہ تعالیٰ کی یاد کو حرزِ جاں بنالے اور اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتو اسے قربِ الٰہی کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اس کے دامن کو رحمت کی خیرات سے بھر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے قربان جائیں کہ اس کا جب ادنی سے ادنی بندہ بھی اسے یاد کرتا ہے تو وہ اپنی شانِ کریمی اور رحیمی کے ساتھ اسے یاد فرماتا ہے۔ اس کرم اور عطا کا اعلان باری تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْالِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ؀[۲]

’’سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے ذکر کو اپنا شعار بنالیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِی، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۶

(۲) البقرہ، ۲: ۱۵۲

ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاءٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔(۱)

’’میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجمع کے اندر یاد کرتا ہے تو میں بھی اس سے بہتر مجمع کے اندر اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں گز بھر اس سے قریب ہو جاتا ہوں، اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس سے قریب ہو جاتا ہوں، اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔‘‘

اس حدیثِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ ذاکر جب تنہا ذکر کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کا ذکر تنہا کرتا ہے اور جب وہ زمین پر مخلوق کا اجتماع منعقد کرکے خود بھی ذکر کرتا ہے اور بندوں سے بھی ذکر کرواتا ہے تو اللہ بھی عرش پر ارواح، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے اجتماع میں اس کے نام کا ذکر کرتا ہے۔ بندہ اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق انسانوں کے مجمع میں فرشِ زمین پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور شان کے مطابق اس سے بدرجہا بہتر و بلند تر قدسیانِ فلک کے مجمع میں عرش بریں پر اس بندے کا ذکر فرماتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بندہ تو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ اللہ، اللہ ھو، لا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ و یُحَذِّرکم اللہ نفسه، ۶: ۲۶۹۴، رقم: ۶۹۷۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ۴: ۲۰۶۱، رقم: ۲۶۷۵

اله الّا الله، سبحان الله وغیرہ کلمات کے ذریعے اس کی الوہیت و وحدانیت اور قدوسیت و سبوحیت کے نغمے الاپتا ہے، اس کی عظمتیں، رفعتیں، سطوتیں، حسن وجمال اور جبروت و جلال کو بیان کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس بندے کا ذکر کیسے کرتا ہوگا اور جواب میں اجر کے طور پر ملائکہ کے اجتماع میں عرش معلیٰ پر کیا پکارتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ بندے کا ذکر کرتا ہے تو اس ذکر کو زمین پر اتار دیتا ہے اور اسے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ لوگ اس بندۂ خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں حتی کہ وہ مرجعِ خلائق بن جاتا ہے۔

اولیاء اللہ جو عمر بھر اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں مشغول رہے اور ایک پل بھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اہلِ زمین میں یوں پھیلا دیا کہ ان کے وصال کے سینکڑوں سال بعد آج بھی کوبہ کو ان کا چرچا ہے۔ جیسے حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ (م ۱۰۴۰ھ) کے وصال کو تقریباً ۴ سو سال بیت گئے مگر چار صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کا ذکر یا باہو، حق باہو آج تک ہو رہا ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ (م ۵۷۹ھ) تقریباً آٹھ سو سال قبل اس دنیا میں زمین پر تھے اور اللہ کا ذکر کرتے تھے مگر آٹھ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی ان کے دربار پر دنیا لاکھوں کی تعداد میں آکر یا فرید، حق فرید کہتی ہے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔۵۶۱ھ) کے وصال کو تقریباً ایک ہزار سال بیت گئے مگر ان کا جو ذکر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں جاری فرمایا آج بھی یا غوث الاعظم کی صورت میں پورے عالم میں اس کی دھوم ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ (م ۴۷۰ھ) کے وصال کو تقریباً گیارہ سو سال گزر گئے مگر آج تک لاکھوں کی تعداد میں لوگ صبح وشام ان کے دربار پر آتے ہیں اور یا داتا گنج بخش کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا ان اولیاء وصلحاء اور اتقیاء واصفیاء کے ذکر کی مقبولیت عام سے اللہ تعالیٰ ذكرته فی ملاء خير منهم کا نظارہ زمین پر دکھا رہا ہے۔ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نام فقیر انہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

یعنی جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے ذکر کو یوں دوام ملتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ زندہ رہتے ہیں۔ ان کا ذکر لوگوں کے دلوں میں یوں سرایت کر جاتا ہے کہ ان کے مزارات پر ہر وقت انسانوں کا ایک جھرمٹ رہتا ہے جو ان کے واسطے سے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوتے ہیں۔

۴۔ ذکرِ الٰہی افضل ترین عبادت ہے

ذکرِ الٰہی افضل ترین عبادت ہے کیونکہ یہ تمام عبادات کی اصل اور روح ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ساری کی ساری عبادات بے کیف و بے سرور اور بے معنی و بے مقصد ہو کر رہ جائیں۔ اسی طرح تمام اعمالِ صالحہ میں سے افضل ترین عمل اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَر۔(۱)

''اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

ذکرِ الٰہی کے سب سے بڑا ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ وہ عبادت ہے جس کے صلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کو خود یاد فرماتا ہے اور یوں بندہ و مولا کے باہمی تعلق میں دوام کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذِكْرُ اللهِ اِيَّاكُمْ أَعْظَمُ مِنْ ذِكْرِكُمْ اِيَّاهُ۔(۲)

''اللہ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے اللہ کو یاد کرنے سے بڑا ہے۔''

ذکرِ الٰہی کو اس قدر عظمت و رفعت حاصل ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں اسے ایمان

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۴۵

(۲) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۳: ۴۱۵

کی افضلیت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَتُبْغِضَ لِلّٰه وَتُعْمِلَ لِسَانَکَ فِی ذِکْرِ اللهِ۔(۱)

’’(افضل ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کیلئے ناراض ہو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھے۔‘‘

حدیثِ مبارکہ کی رو سے انسان کے بہترین اعمال میں سے ذکرِ الٰہی سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

’’کیا میں تمہیں تمہارے بہترین اعمال (میں سب سے بہتر عمل) کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک مقبول تر ہو اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہو اور وہ عمل تمہارے لئے سونا چاندی اللہ کی راہ میں خیرات کرنے سے بھی بہتر ہو، اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جہاد کے لئے آؤ پس تم ان کی گردنیں اتارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں (یا رسول اللہ ضرور ایسا عمل بتائیے) تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذِکْرُ اللهِ تَعَالَی (ایسا عظیم عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۴۷، رقم: ۲۲۱۳۵
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۹۱، رقم: ۴۲۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الذکر، ۵: ۳۸۹، رقم: ۳۳۷۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۵، رقم: ۲۱۷۰۲

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور حدیث یوں مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ شَرَائِعَ الإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ۔

”یا رسول اللہ! اسلامی احکام مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں، جسے میں انہاک سے کرتا رہوں۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ۔ (۱)

”تیری زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے تر رہنی چاہیے۔“

حضرت مالک بن یخامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آخری وصیت جس پر میں حضور نبی اکرم ﷺ سے جدا ہوا وہ یہ ہے کہ میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا:

أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟

”اعمال میں سے کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء فی فَضْلِ الذِّكْرِ، ۵: ۳۸۸، رقم: ۳۳۷۵

۲۔ ابن ماجة، السنن، كتاب الأدب، باب فضلِ الذِّكْرِ، ۲: ۱۲۴۶، رقم: ۳۷۹۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۸۸، رقم: ۱۷۶۸۰

أَنْ تَمُوْتَ وَ لِسَانُکَ رَطَبٌ مِنْ ذِکْرِ اللهِ۔[1]

’’تجھے اس حال میں موت آئے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔‘‘

۵۔ ذکرِ الٰہی عذابِ الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہے

ذکرِ الٰہی گناہوں کی بخشش کا موجب اور عذابِ الٰہی سے نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ○[2]

’’اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے○‘‘

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ امْرُؤٌ بِعَمَلٍ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللهِ۔

’’ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر آدمی کوئی عمل ایسا نہیں کرتا جو اسے سب سے زیادہ

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۹۹، رقم: ۸۱۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۰۶، رقم: ۲۰۸

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۱: ۳۹۳، رقم: ۵۱۶

(۲) آل عمران، ۳: ۱۳۵

عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا ہو۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

وَ لَا الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِ اللهِ۔

’’اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ تَضْرِبُ بِسَيْفِکَ حَتَّى يَنْقَطِعَ، ثُمَّ تَضْرِبُ بِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ۔(۱)

’’راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں چاہے تو اپنی تلوار سے اتنا جہاد کرے کہ وہ ٹوٹ جائے، پھر اس (ٹوٹی تلوار) سے اتنا جہاد کرے کہ وہ بھی ٹوٹ جائے۔‘‘

ذکرِ الٰہی سے بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا ہوتی ہے اور جس کے دل میں یہ دونوں صفات یکجا ہوں وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔(۲)

’’ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب فضل الذِّکرِ، ۴: ۲۷۹، رقم: ۳۷۹۰

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۵۷، رقم: ۲۹۴۵۲

(۲) الانفال، ۸: ۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذَکَرَ اللهَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يُصِيبَ الْأَرْضَ مِنْ دُمُوْعِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ اللهُ تَعَالٰی يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔[۱]

”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اللہ کے خوف سے بہہ نکلیں یہاں تک کہ اس کے آنسو زمین پر جا گرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہیں دے گا۔“

۶۔ ذکرِ الٰہی کی برکت سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے

جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے اور وہ گھر انوارِ الٰہیہ کا مہبط و مخزن بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ○[۲]

”(اللہ کا یہ نور) ایسے گھروں (مساجد اور مراکز) میں (میسر آتا ہے) جن (کی قدر و منزلت) کے بلند کئے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے (یہ وہ گھر ہیں کہ اللہ والے) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں○“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ لَيَرَوْنَ بُيُوْتَ أَهْلِ الذِّكْرِ تُضِيْءُ لَهُمْ كَمَا تُضِيْءُ الْكَوَاكِبُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ۔[۳]

(۱) حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۲۸۹، رقم: ۷۶۶۸

(۲) النور، ۲۴: ۳۶

(۳) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۱۷۰، رقم: ۳۵۰۵۵

’’آسمان والے اللہ کا ذکر کرنے والوں کے گھروں کو ایسے روشن دیکھتے ہیں جیسے زمین والے چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔‘‘

۷۔ ذکرِ الٰہی بیمار دلوں کی شفا ہے

تمام روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج جن کا تعلق دل سے ہے ذکرِ الٰہی میں مضمر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذِکْرُ اللهِ شِفَاءُ الْقُلُوْبِ۔(۱)

’’اللہ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے۔‘‘

بے شک دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح تانبا اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں، اس کو جِلا دینے والا اللہ کا ذکر ہے۔ یہ دل کو شیشے کی مانند صاف شفاف اور چمکدار کر دیتا ہے

۸۔ ذکرِ الٰہی بے چین دلوں کا قرار ہے

وہ لوگ جنہیں طرح طرح کی آسانیاں، سہولتیں اور آسائشیں میسر ہیں مگر پھر بھی شکوہ کرتے ہیں کہ دل کو سکون نہیں، ہر وقت پریشان اور دل و دماغ کی بے چینی کا شکار رہتے ہیں، مثلاً: مقدمات کی پریشانی، روزگار کی پریشانی، بیماریوں کی پریشانی، حصولِ زر و اقتدار کی پریشانی، غرض اس دنیا میں ہر طبقہ اپنی جگہ پریشان اور بے چین ہے اور یہ تمام پریشانیاں، بے چینیاں اس شخص کے دل و دماغ پر مسلط ہوتی ہیں جو اللہ کی محبت و یاد سے بیگانہ ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی چاہتا ہے کہ تمام پریشانیاں اس کے لئے بے حقیقت ہو جائیں، قلب و ذہن مکمل طور پر آزاد ہو جائیں اور وہ ان مشکلات پر حاوی ہو کر چین کی

(۱) ۱۔ مناوی، فیض القدیر، ۳: ۵۵۷، رقم: ۴۳۳۵

۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۵۰۵، رقم: ۱۳۴۵

زندگی بسر کرے تو اسے چاہئے کہ وہ دل کو عشقِ الٰہی کی لذت سے سرشار کرے اور اس کی یاد سے دل کی ویران بستی کو آباد کرے۔ جب اس کا اللہ تعالیٰ سے یہ تعلق قائم ہو جائے گا تو اس کی یاد میں جو لمحات بسر ہوں گے وہ غموں سے قطعًا نا آشنا ہوں گے کیونکہ غمِ عشق زندگی کے سب غم بھلا دیتا ہے۔ یہ چھوٹی موٹی پریشانیاں اس کے قریب نہیں پھٹکتیں۔ اگر وہ اپنے دیگر مادی وسائل و اختیارات سے ان پریشانیوں کا تدارک کرنا چاہے تو یہ جان لینا چاہئے کہ ان کا قلع قمع کبھی نہ ہو سکے گا بلکہ مسائل کے انبار لاکھوں طریقوں سے کروٹ بدل بدل کر اسے پریشان کریں گے اور زندگی مزید بوجھل ہو جائے گی۔ ہمارے غموں اور پریشانیوں کا مداوا اس میں ہے کہ ہم ذکرِ الٰہی کو حرزِ جاں بنا لیں۔ ربِ کریم نے اپنے ذکر کو دلوں کے اطمینان اور سکون کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo(۱)

''جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہےo''

اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے یہ نسخۂ کیمیا بیان کیا ہے کہ میرے بندو! اگر کبھی تمہیں زندگی کے غم و آلام پریشان کر دیں تو مجھے یاد کیا کرو، تمہیں اطمینان و سکون کی دولت مل جائے گی۔ اگر میرے در کو چھوڑ کر کہیں اور سکون و اطمینان کی دولت تلاش کرنے کی کوشش کرو گے تو ہرگز اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہو گا۔ پس ہر دہلیز کو چھوڑ کر مجھ ہی سے اطمینان و سکون کی خیرات طلب کرو، میں تمہارے دلوں کو اس دولت سے مالا مال کر دوں گا، پھر اگر کوئی گدڑی میں بھی ہو گا تو اسے تختِ شاہی سے بڑھ کر سکون و اطمینان نصیب ہو گا، وہ نہ صرف خود مطمئن ہو گا بلکہ جو اس کے پاس آئے گا اس کے دل کو بھی قرار ملے گا۔

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۸

ذاکرین کے فضائل

ذاکرین اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور مقرب بندے ہیں جو ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مگن رہتے اور ہر لحظہ اپنے محبوب حقیقی کا نام جپتے رہتے ہیں۔ انہیں کارخانہ قدرت کی ہر چیز میں اسی محبوب کا جلوۂ حسن نظر آتا ہے۔ وہ صبح و شام اسی جلوے کی ایک تجلی کے منتظر رہتے ہیں۔ کثرتِ ذکر انہیں مقامِ تبتیل تک پہنچا دیتی ہے جہاں وہ ہر چیز کو چھوڑ کر اپنے مولا کی یاد میں کھو جاتے ہیں، پھر انہیں مقامِ مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور لذتِ دید کی نعمت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو مغفرت و بخشش اور اجرِ عظیم کی بشارت دی جاتی ہے۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○[1]

”اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لئے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے○“

قرآن و حدیث میں ذاکرین کے احوال و واقعات اور صفات و خصوصیات کا بیان کثرت سے موجود ہے، یہاں ہم ان کے چند فضائل درج کر رہے ہیں:

۱۔ تخلیقِ کائنات میں غور و فکر کرنے والے بندے

صبح و شام ذکر کرنے والے بندے کے دل کا آئینہ صاف و شفاف ہو جاتا ہے یہ وہ بندہ ہے جو اٹھتے بیٹھتے لسانی و قلبی ذکر میں مصروف رہتا ہے اور جب ذکر کے نور سے اس پر حقائقِ اشیاء منکشف ہونا شروع ہوجاتے ہیں تو جس چیز پر بھی اس کی نظر پڑتی ہے وہی اپنے خالق و مالک کی حسنِ تخلیق کا نمونہ دکھائی دیتی ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم میں اللہ

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۳۵

تعالیٰ نے دائمی ذکر کرنے والوں کی علامت بیان فرماتے ہوئے تفکر فی الخلق کو بھی ذاکرین کی خاصیت کے طور پر بیان فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○[1]

’’یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے○‘‘

۲۔ معیتِ خداوندی سے سرفراز ہوتے ہیں

اس طرح محبوب کی یاد میں ہر لحہ محو رہنے والوں کو جو معیت نصیب ہوتی ہے وہ عبادت سے حاصل ہوتی ہے نہ کسی اور وصف سے بلکہ یہ ذوق و وجدان کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ ایک حدیثِ قدسی میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت اِرشاد فرماتا ہے:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي۔[2]

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ و یحذّرکم اللہ نفسه، ۶: ۲۶۹۴، رقم: ۶۹۷۰

’’میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے۔‘‘

۳۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین ہوتے ہیں

اللہ کی یاد ذاکر کو محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (جب) موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے پروردگار! تجھے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِي يَذْكُرُنِي وَ لَا يَنْسَانِي۔(۱)

’’وہ جو ہر وقت میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں۔‘‘

حضرت عمرو بن الجمق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوْلِيَائِی مِنْ عِبَادِی وَ أَحِبَّائِی مِنْ خَلْقِي الَّذِيْنَ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِی. وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ۔(۲)

’’بندوں میں سے میرے دوست اور میرے پیارے وہ بھی ہیں جو میرے ذکر کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں اور میں ان کے ذکر کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہوں (گویا میرا اور ان کا ذکر لازم وملزوم ہے)۔‘‘

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ۴: ۲۰۶۱، رقم: ۲۶۷۵

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما جاء أَنَّ للہ ملائکة سَيَّاحِيْنَ فی الأرض، ۲: ۵۵۳، رقم: ۳۶۰۳

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۱: ۴۵۱، رقم: ۶۸۱

(۲) طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۰۳، رقم: ۶۵۱

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان بندوں کو اتنا محبوب جانتا ہے کہ ان کی دعاؤں کو ہمیشہ شرفِ قبول عطا کرتا ہے اور کبھی رد نہیں فرماتا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَرُدُّ اللهُ دُعَاءَ هُمْ: اَلذَّاكِرُ اللهَ كَثِيْرًا، وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَالإِمَامُ الْمُقْسِطُ۔ (۱)

’’تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی دعا اللہ (تعالیٰ) رد نہیں فرماتا: کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والا، مظلوم کی پکار، عادل حکمران۔‘‘

۵۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ دل ہوتے ہیں

ذکرِ الٰہی دلوں کی زندگی کی علامت ہے جو دل ذکر سے غافل ہے وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔ سو ذاکرین ہی وہ بندے ہیں جو حقیقت میں زندہ ہیں کیونکہ ان کے دل ذکرِ الٰہی سے شاد و آباد ہوتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں ذاکر کو زندہ اور ذکرِ الٰہی سے محروم شخص کو مردہ کہا گیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِی يَذْكُرُ رَبَّهُ وَ الَّذِی لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔ (۲)

’’اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور اپنے رب کا ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔‘‘

ایک حدیث مبارکہ میں غافل بندوں کے درمیان ذکر کرنے والے کو سرسبز و

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۱: ۴۱۹، رقم: ۵۸۸

(۲) بخاری، الصحیح، أبواب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، ۵: ۲۳۵۳، رقم: ۶۰۴۴

شاداب درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ امام مناوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

وَذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنِ كَمَثْلِ الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِي وَسَطِ الشَّجَرِ الَّذِي قَدْ تَحَاتَّ مِنَ الصَّرِيْدِ۔(۱)

’’غافلوں کے بیچ میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان سبز درخت ہوتا ہے۔‘‘

۶۔ گناہوں کے بوجھ سے چھٹکارا پائیں گے

اللہ تعالیٰ کی یاد میں سرمست رہنے والے بندوں سے روزِ قیامت گناہوں کا بوجھ ہٹا دیا جائے گا اور وہ اللہ کی بارگاہ میں تمام آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر حاضر ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَبَقَ الْمُفْرِدُوْنَ۔

’’مفردون سبقت لے گئے‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

وَ مَا الْمُفْرِدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟

’’یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْتَهْتَرُوْنَ فِي ذِكْرِ اللهِ، يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَثْقَالَهُمْ فَيَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا۔(۲)

(۱) مناوی، فیض القدیر، ۳: ۷۴۷، رقم: ۴۳۱۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی العفو والعافیۃ، ۵: ۵۴۷، رقم: ۳۵۹۶

←

”مفردون وہ لوگ ہیں جنہیں ذکرِ الٰہی کے نشہ نے فریفتہ اور دیوانہ بنا دیا ہے، ذکر ان کے بوجھ اتار دے گا اور وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہلکے پھلکے ہو کر آئیں گے۔“

۷۔ روزِ محشر سایۂ ایزدی میں جگہ پائیں گے

خشیتِ الٰہی سے آنسو بہانے والے ذاکرین وہ خوش نصیب ہیں جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ عاطفت میں جگہ عطا ہوگی۔ چنانچہ قیامت کی سختیوں کا ان کے قریب سے گزر تک نہیں ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ...... وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔(۱)

”سات شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اس روز کہ جب سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا ...... اور ان میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔“

------ ۲۔ بيهقى، شعب الإيمان، ۱: ۳۹۰، رقم: ۵۰۶

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجماعة و الإمامة، باب: من جلس فى المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، ۱: ۲۳۴، رقم: ۶۲۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، ۲: ۷۱۵، رقم: ۱۰۳۱

۳۔ ترمذى، الجامع الصحيح، كتاب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: ما جاء فى الحب فى الله، ۴: ۵۹۷، رقم: ۲۳۹۱

۸۔ روزِ محشر درجہ میں افضل ترین ہوں گے

ذکر دیگر عبادات سے افضل ہے اور ذاکرین قیامت کے دن درجہ میں دیگر بندوں سے افضل ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری ﷛ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا:

أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟

’’کون لوگ قیامت کے دن اللہ (تعالیٰ) کے ہاں درجہ میں افضل ہونگے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

الذَّاكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ۔

جو کثرت سے اللہ (تعالیٰ) کا ذکر کرنے والے اور کرنے والیاں ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

’’یا رسول اللہ! اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں جہاد کرنے والے بھی؟‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اگر کوئی شخص اپنی تلوار کافروں اور مشرکوں پر اس قدر چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والے درجہ میں افضل ہیں۔‘‘(۱)

حضرت ابو سعید خدری ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فَضْلِ الذِّكرِ، ۵: ۳۸۸، رقم: ۳۳۷۶

لَيَذْكُرَنَّ اللهَ قَوْمٌ فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى۔(۱)

’’دنیا میں کچھ لوگ بچھے ہوئے پلنگوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، وہ انہیں جنت کے بلند درجات میں داخل کرے گا۔‘‘

۹۔ مسکراتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے

یہ اللہ کے وہ مقرب بندے ہیں جو روزِ قیامت ہر قسم کے غم وحزن سے آزاد مسکراتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا تَزَالُ أَلْسِنَتُهُمْ رَطَبَةً مِنْ ذِكْرِ اللهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ هُمْ يَضْحَكُوْنَ۔(۲)

’’جن لوگوں کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ تر رہتی ہیں وہ جنت میں مسکراتے ہوئے داخل ہونگے۔‘‘

۱۰۔ نورِ خدا کے حامل ہوتے ہیں

ذکر کرنے والے کا چہرہ دنیا میں بھی پر رونق ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر نور ہوگا اور یہ نور آخرت میں پل صراط پر روشنی مہیا کرے گا۔ قرآن حکیم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۳۵۹، رقم: ۱۱۱۰
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۱۲۴، رقم: ۳۹۸

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۱۶۹، رقم: ۳۵۰۴۳

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ۔[۱]

’’ہم نے اس کے لئے (ایمان و معرفت کا) نور پیدا فرما دیا (اب) وہ اس کے ذریعے (بقیہ) لوگوں میں (بھی روشنی پھیلانے کے لئے) چلتا ہے۔‘‘

ذاکرین کے دل اپنے محبوب کی یاد میں ہر لحظہ مگن رہتے ہیں۔ ان کی زبانیں حالتِ بیداری میں دنیوی امور کی انجام دہی کے وقت تو شاید اللہ کے ذکر سے رک سکیں لیکن ان کے دل سوتے جاگتے کسی حالت میں بھی غفلت کا شکار نہیں ہوتے۔ قرآن مجید میں ان کے متعلق یوں شہادت فراہم کی گئی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُo[۲]

’’(اللہ کے اس نور کے حامل وہی مردان (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گیo‘‘

اس آیۂ کریمہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ جب لوگ کاروبار اور تجارتی لین دین میں مصروف ہوتے ہیں اور دنیوی معاملات نبٹاتے ہوئے ان کا دل و دماغ، سوچ اور جسم سب دنیاداری میں مگن ہوجاتے ہیں تو اس وقت وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو کر دنیوی کاروبار کو دین اور یادِ الٰہی سے الگ سمجھتے ہیں مگر وہ مردانِ حق جن کا ایمان پختہ ہوجاتا ہے وہ ذکرِ الٰہی کی برکت سے اللہ کی بندگی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور بندگی کا حق

(۱) الانعام، ۶: ۱۲۲

(۲) النور، ۲۴: ۳۷

ادا کرتے ہیں۔ ان کا جسم اگرچہ معاملاتِ دنیا میں مصروف رہتا ہے لیکن وہ یادِ خدا سے بے خبر نہیں ہوتے۔ جب بندے کو ذکر کا یہ مقام نصیب ہوجاتا ہے تو وہ جو کام بھی کرے اس کا دل اللہ کی یاد میں مست و بےخود رہتا ہے۔ گویا جب بندے کی یہ حالت ہوجائے تو ''ہتھ کار ول دل یار ول'' کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس کا دنیوی کام بھی عبادت بن جاتا ہے، اس کی زندگی کا ہر لحہ بندگی قرار پاتا ہے۔ اس تصور کو سمجھنے کے لئے ہم یہاں بطور مثال ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے ذکر و عبادت کا حال

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے پاس ایک مرتبہ ایک عالم دین حصولِ فیض و برکت کے لئے حاضر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ اور ان کے دربار کے اکثر حضرات بڑے وقار اور شان وشوکت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا اور یہ قیاس کرتے ہوئے دل ہی میں بیزاری ظاہر کی کہ کہاں درویشی اور کہاں یہ شاہانہ آن بان، اس کے خیال میں درویش وہ ہوتا ہے جس کے کپڑے پھٹے پرانے، لنگوٹا کسا ہوا ہو، ہاتھ میں لوٹا اور مصلی ہو اور کھانے پینے کے لئے کچھ پاس نہ ہو۔ اس کی نظر میں ایسا شخص جو بظاہر ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہو اور اسے زندگی کی ہر سہولت میسر ہو وہ درویشی کا دعوے دار کیونکر ہوسکتا تھا۔

غرضیکہ وہ عالم دین حضرت کا یہ حال دیکھ کر ان سے باغی ہوگیا اور یہ سوچ کر واپس جانے لگا کہ ایسے لوگوں سے فیض کہاں مل سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ اس کی باطنی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس لیے آپ علیہ الرحمۃ نے انہیں روک لیا اور اس کا بستر اور مصلیٰ آپ کے کمرے میں بچھا دیا گیا۔ آپ نے نمازِ عشاء ادا فرمائی، حسبِ معمول کچھ وظائف پڑھے اور بستر میں جا کر آرام فرما ہو گئے۔ پچھلی رات اٹھے نمازِ تہجد ادا فرمائی اللہ کو یاد کیا اور دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گئے نماز فجر کے وقت پھر بستر سے اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔

ادھر وہ عالمِ دین نمازِ عشا پڑھ کر اپنے مصلیٰ پر بیٹھا، رات بھر تسبیح و مناجات کرتا، نوافل پڑھتا رہا۔ اب تک تو اس نے حضرت کو دن میں دیکھا تھا۔ جب رات بھی اچھی طرح ملاحظہ کر لی تو رہی سہی عقیدت اور امید بھی ختم ہوگئی۔ وہ مزید بدظن ہو گیا اور سوچنے لگا کہ ''یہ عجیب اللہ کا ولی ہے ولایت میں اس کی شہرت دور دور تک ہے اور اس کی ذاتی زندگی کا یہ عالم کہ دن بادشاہوں کی طرح گزارتا ہے اور رات مزے سے خوابِ استراحت کے مزے لوٹتا ہے۔ ایسا شخص بھلا ولایت کی بلندیوں کو کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ وہ جب اپنی عبادت گزاری پر نگاہ ڈالتا تو یہ سوچتا کہ اس سے تو ہم لوگ بہتر ہیں جو اگرچہ شہرت اس قدر نہیں رکھتے مگر ان سے عبادت و ریاضت میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ میں نے ساری رات مصلیٰ پر گزاری ہے جبکہ وہ صرف نمازِ عشا اور نمازِ تہجد کے وقت تھوری دیر کے لئے مصلیٰ پر بیٹھے۔

انہیں خیالات اور قیاس آرائیوں میں اس کو نیند آ گئی دراصل اللہ نے دونوں عبادتوں کا فرق سمجھانے کے لئے اس کی عبادت و بندگی کو خواب میں اس کے سامنے ایک نور کی مانند ظاہر کیا اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی عبادت کو بھی ایک نور کی صورت میں، مگر فرق یہ تھا کہ اس شخص کی عبادت کا نور ٹمٹماتے ہوئے چراغِ سحر کی طرح اور خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی عبادت کا نور زمین سے لے کر آسمان اور عرشِ معلیٰ تک ایک روشن ستون کی صورت میں اس طرح نظر آیا کہ ہزارہا فرشتے اس نور کے گرد مستانہ وار طواف کرنے میں مصروف تھے۔ وہ شخص یہ منظر دیکھتے ہی دہل گیا اور حقیقت حال سے باخبر ہونے پر حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے قدموں میں گر پڑا، اللہ تعالی کی بارگاہ سے معافی مانگی اور عرض کرنے لگا ''حضرت میں اپنے غلط گمان سے توبہ کرتا ہوں لیکن آپ رضی اللہ عنہ یہ سمجھا دیں کہ اصل ماجرا کیا ہے؟

آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مولانا! بندہ جب تک مردِ کامل نہیں ہوتا اس کا سونا جاگنا جدا نوعیت کا ہوتا ہے مگر بندہ جب خداوند تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت میں غرق ہو

کر اپنا آپ فنا کر دے تو اب وہ سوئے تب بھی عبادت ہے، جاگے تب بھی عبادت ہے۔ اس لئے کہ عین ممکن ہے جاگنے والا زبان سے اللہ کا ذکر کر رہا ہو مگر اس کا دل اس کے ذکر سے غافل ہو اور ایک شخص جو بظاہر سو رہا ہو مگر اس کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ کسی کو کیا خبر کہ سونے والا کس حال میں سو رہا ہے؟ اس لئے محض ظاہر دیکھ کر کسی کو متقی یا غافل قرار نہیں دینا چاہیئے ہو سکتا ہے صرف فرض نماز پڑھنے والا اپنے خلوص اور باطنی احوال کی وجہ سے اس عبادت گزار سے ہزارہا درجے بہتر ہو جو ساری رات مصلے پر بیٹھا رہا۔

آپ علیہ الرحمۃ نے ایک مثال کے ذریعے یہ تصور مزید ذہن نشین کرایا کہ ایک معصوم بچہ جس کی نہ اپنی رائے ہوتی ہے اور نہ ارادہ، سوتے جاگتے ماں کو پیارا لگتا ہے، ماں ہر حال میں اسے چومتی اور اس کی بلائیں لیتی ہے لیکن وہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے ماں کی ممتا میں اگرچہ بظاہر پیار کی وہ پہلے جیسی کیفیت نہیں ہوتی۔ اس کی ماں اسے صاحب ارادہ و اختیار دیکھ کر اس سے کسی قدر بے پروا ہو جاتی ہے، اسی طرح بندۂ مومن جب خدا کی محبت میں اپنا ارادہ اور اختیار ختم کر کے رضائے الٰہی کا طالب بن جاتا ہے تو وہ بہرحال ماں سے زیادہ خداوند قدوس کی محبت کا مستحق ہوتا ہے اس حالت میں اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، بھوکا پیاسا رہنا، سونا جاگنا، ہنسنا رونا، اس کا کلام و سکوت الغرض زندگی کی ساری حرکات و سکنات اللہ کے ذکر و محبت کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ اور اللہ کے ایک ولی کے حال سے ذاکرین کی حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے ذاکر بندوں پر کثرت سے لطف و کرم اور فضل و انعام فرماتا ہے اور انہیں نہ صرف اپنی معرفت بلکہ اپنے قُرب سے بھی نوازتا ہے۔

مجالسِ ذکر کی فضیلت

مجالس، مجلس کی جمع ہے۔ اس کا معنی باہم اکٹھا ہونا اور اجتماع کرنا ہے۔[1]

اجتماعی ذکر جذبات و خیالات میں یکسوئی، باہمی محبت اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ ایک جگہ جمع ہو کر اور کسی اللہ والے کی مجلس میں بیٹھ کر ذکر کرنے سے ایسا روحانی ماحول بنتا ہے جس سے دوسروں میں ذکرِ الٰہی کا شوق و جذبہ اور رجحان فروغ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اجتماعی ذکر کا حکم فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰکَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○[2]

”(اے میرے بندے) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزومند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے ○“

امام طبرانی اور جریر علیہما الرحمۃ نے حضرت عبد الرحمٰن بن سہیل رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ایک گھر میں تشریف فرما تھے لہٰذا آپ ﷺ گھر سے نکلے اور ان لوگوں کو تلاش کرنے لگے جو اللہ

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۶: ۴۰

(۲) الکہف، ۱۸: ۲۸

تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک قوم کو پایا جو اللہ کے ذکر میں مشغول تھی۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جن کے سروں کے بال پراگندہ تھے۔ جسم لاغر اور تن ڈھانپنے کے لئے صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر وہاں بیٹھ گئے اور فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے۔ جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان کے ہمراہ صبر سے بیٹھوں۔‘‘(۱)

اس آیت کے حصہ ’’مَعَ الَّذِیْنَ‘‘ سے مراد اجتماعی ذکر اور حلقہ ذکر قائم کرنا ہے۔ احادیث مبارکہ میں مجالس ذکر کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اس حوالہ سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ مجالسِ ذکر میں اَنوارِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے

مجالسِ ذکر کے شرکاء پر اللہ رب العزت کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللهَ عزوجل إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ، وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ، وَ ذَکَرَهُمُ اللهُ فِیْمَنْ عِنْدَهُ۔(۲)

---

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۱: ۳۹۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، وعلی الذکر، ۴: ۲۰۷۴، رقم: ۲۷۰۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب: ما جاء فی الْقَوْمِ یَجْلِسُونَ فَیَذْکُرُونَ اللهَ عَزَّوَ جَلَّ مَالَهُمْ مِنَ الْفَضْلِ، ۵: ۳۹۰، رقم: ۳۳۷۸

”جب بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں انہیں فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اوران پر سکینہ نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انکا تذکرہ اپنی جماعت میں کرتا ہے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مجالسِ ذکر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں مکہ معظّمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مقامِ ولادت پر حاضر تھا۔ یہ دن آپ ﷺ کی ولادتِ مبارک کا دن تھا لوگ وہاں جمع تھے۔ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے اور آپ ﷺ کی ولادت پر آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جو معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے تھے ان کا ذکر کررہے تھے، میں نے دیکھا کہ اس موقع پر یکبارگی انوار الٰہیہ کا ظہور ہوا۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ ان انوار کو میں نے جسم کی آنکھ سے دیکھا یا روح کی آنکھ سے مشاہدہ کیا بہرحال اس معاملہ کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ جسم کی آنکھ اور روح کی آنکھ کے بین بین کونسی حس تھی جس سے میں نے ان انوار کو دیکھا۔ پھر میں نے ان انوار پر مزید توجہ کی تو ان فرشتوں کے فیض کا اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی مجالس پر موکل ہوتے ہیں۔ الغرض اس مقام پر میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار بھی انوار رحمت سے خلط ملط ہیں۔“(۱)

حقیقت یہ ہے کہ مجالسِ ذکر میں انوار اترتے ہیں لیکن مادیت کے اسیر ذہن اسی الجھن میں کھوئے رہتے ہیں کہ نامعلوم محفل میں انسان کو کچھ نصیب ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ انسانوں کی طبائع مختلف اور مزاج متنوع ہوتے ہیں بعض طبائع تاثیرات کو بہت جلد جذب کرتی ہیں اور بعض کو خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ اس فرق کا نتیجہ وقت کے ساتھ ہی ظاہر ہوتا ہے، تاہم یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اہل اللہ کی صحبت یا ذکرِ الٰہی میں تاثیر

(۱) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین: ۱۲۴

نہیں۔ بلکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی شخص خواہ اپنے دل میں زنگ، کی سیاہی، ذہنی پراگندگی، روح کی تاریکی، غفلت اور ہوس وطمع جیسی آلائشیں لے کر محفل ذکر میں شریک ہو اور تسلسل کے ساتھ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے اور کثرت سے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے تو ممکن نہیں کہ اس کے دل کی دنیا بدل نہ جائے اور اس کے دن رات متغیر نہ ہو جائیں۔

۲۔ مجالسِ ذِکر پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے

مجلسِ ذکر میں بیٹھنے والا عام انسان بھی اللہ کی بخشش و رحمت سے محروم نہیں رہتا کیونکہ اہل ذکر کے مَن کی دنیا اللہ کے ذکر سے روشن ہو جاتی ہے اُنہیں اِس کارخانہ قدرت کی ہر چیز میں اس محبوب حقیقی کا جلوہِ حسن نظر آتا ہے اور ان کے دل میں ہر وقت یادِ الٰہی کا چراغ روشن رہتا ہے۔ جب وہ ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو فرشتے نازل ہو کر ان کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جب اللہ جل جلالہ کے ذکر کی مجلس ہوتی ہے تو ہزاروں فرشتے ایسی مجالس کی تلاش میں زمین پر گھومتے رہتے ہیں جہاں انہیں اللہ کے ذکر کی مجلس مل جائے وہ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ”بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض (فرشتے بعض) دوسرے فرشتوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ حتی کہ زمین سے لے کر آسمان دنیا تک کی فضا فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ جب ذاکرین مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں پھر (اللہ رب العزت) ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو ان سے زیادہ علم ہوتا ہے، تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین سے تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو سبحان

اللہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو (پھر ان کی کیا کیفیت ہوتی؟) پھر فرشتے عرض کریں گے (اے رب!) وہ تجھ سے پناہ طلب کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب! تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے؟ (پھر) فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انہوں نے مانگا وہ میں نے ان کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں: اے میرے رب! ان میں فلاں بندہ خطا کار تھا وہ اس مجلس کے پاس سے گزرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا۔''[۱]

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة والاستغفار، باب فضل مجالس الذکر، ۴: ۲۰۶۹، رقم: ۲۶۸۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، ۵: ۲۳۵۳، رقم: ۶۰۴۵

۳۔ ذاکرینِ مجلس کے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں

کچھ ایسے سعادت مند بندے ہوتے ہیں جو صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ذکر کی محافل سجاتے ہیں، ایسے خوش نصیب بندوں کی برائیاں نیکیوں میں بدل دی جاتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کچھ لوگ محض اللہ کی رضا جوئی کی خاطر اجتماعی طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے:

قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ، فَقَدْ بُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٌ۔(۱)

’’کھڑے ہو جاؤ! تمہیں بخش دیا گیا ہے۔ تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔‘‘

۴۔ ذاکرینِ مجلس پر فرشتے فخر کرتے ہیں

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب ذاکرین اکٹھے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ان پر فخر فرماتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا: کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کے ذکر اور اس کی حمد و ثنا کے لئے بیٹھے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے اظہارِ فخر فرما رہے ہیں۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۲، رقم: ۱۲۴۸۰

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۱۶۷، رقم: ۴۱۴۱

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۴۰۱، رقم: ۵۳۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر و الدعاء و التوبة الاستغفار، باب ←

۵۔ مجالسِ ذکر جنت کے باغات ہیں

ذکر کی مجالس کو جنت کے باغات سے اور ذکر کو جنت کے میوہ جات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جب بندہ خلوصِ دل سے ایسی محافل میں شرکت کا طالب ہوتا ہے تو خود اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا۔

’’جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرو تو خوب کھایا کرو۔‘‘

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم!

مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟

’’جنت کے باغیچے کیا ہیں؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’حَلَقُ الذِّكْرِ‘‘ ذکر کے حلقے۔‘‘(۱)

۶۔ مجالسِ ذکر دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹنے کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

...... فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، و علی الذکر، ۴: ۲۰۷۵، رقم: ۲۷۰۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب: ما جاء فی القوم یَجلسون فَیذکرون الله عزوجلّ ما لَهُمْ من الْفضلِ ۵: ۳۹۰، رقم: ۳۳۷۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ۵: ۴۸۸، رقم: ۳۵۱۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۱، رقم: ۱۲۵۵۱

أَلَا أَدُلُّکَ عَلَی مَلَاکِ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي تُصِيْبُ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عَلَيْکَ بِمَجَالِسِ أَهْلِ الذِّکْرِ۔(۱)

’’کیا میں تجھے ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو۔ (سنو!) اہلِ ذکر کی مجالس کو لازم پکڑو۔‘‘

۷۔ روزِ قیامت مجالسِ ذکر کے شرکاء کو قابلِ رشک اَجر دیا جائے گا

قیامت کے روز ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا، بعض کے چہرے نور سے منور ہونگے، اللہ تعالیٰ انہیں موتیوں کے منبروں پر بٹھائے گا، لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن کے چہرے نور سے چمک رہے ہوں گے، وہ موتیوں کے منبروں پر ہونگے لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے نہ وہ انبیاء ہونگے اور نہ شہداء۔‘‘

ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی اپنے گھٹنے کے بل بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! حِلْهُمْ لَنَا نَعْرِفُهُمْ۔

’’یا رسول اللہ! آپ ان کا حلیہ ہمارے سامنے بیان فرمائیں تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتَّی وَبِلَادِ شَتَّی يَجْتَمِعُوْنَ عَلَی ذِکْرِ اللهِ يَذْکُرُوْنَهُ۔(۲)

(۱) بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۴۹۳، رقم: ۹۰۲۴

(۲) هیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۷۷، رقم: ۱۶۷۷۰

’’یہ وہ ہیں جو مختلف قبیلوں اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔‘‘

۸۔ مجالسِ ذکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ ایک دوسرے کو مجلس میں مل بیٹھ کر ذکر کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت اسود بن ھلال محاربی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا:

اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً، يَعْنِي نَذْكُرُ اللهَ۔ (۱)

’’ہمارے ساتھ بیٹھو کہ ہم ایک گھڑی کے لئے ایمان لائیں یعنی (ملکر) اللہ کا ذکر کریں۔‘‘

امام طبرانی ’’المعجم الاوسط‘‘ میں حضرت عبد اللہ رومی علیہ الرحمۃ سے روایت نقل کرتے ہیں: ’’ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے اور رک کر لوگوں سے فرمانے لگے: اے اہلِ بازار! تمہیں وہاں جانے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، اے ابو ہریرہ! وہاں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں ہو تم کیوں نہیں جاتے تاکہ اس میں سے اپنا حصہ لے لو؟ انہوں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد میں، لوگ فوراً مسجد کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے رہے یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ابو ہریرہ! ہم مسجد میں گئے لیکن وہاں ہم نے کچھ تقسیم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد میں تم نے کسی کو نہیں دیکھا انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو ذکر کر

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۶۴، رقم: ۳۰۳۵۴

رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور کچھ حلال و حرام کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے۔"(۱)

۹۔ مجالسِ ذکر سے متعلق ایک تابعی کا قول

ایک تابعی حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جب لوگ اکٹھے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو شیطان اور دنیا ان سے الگ ہو جاتے ہیں اور شیطان دنیا سے کہتا ہے تو نے دیکھا یہ کیا کرتے ہیں؟ تو دنیا کہتی ہے کر لینے دے جب فارغ ہونگے تو انہیں پکڑ کر تیری طرف لاؤں گی۔"(۲)

۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں منقول ایک دعا

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

إلهی إذا رأيتنی أجاوز مجالس الذاکرين إلی مجالس الغافلين فاکسر رجلی دونهم فإنها نعمة تنعم بها علی۔(۳)

"اے اللہ! اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے اٹھ کر غافلین میں جاتا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے کیونکہ وہ مجھ پر تیری نعمت ہے۔"

مذکورہ بالا تمام احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے واضح ہوا کہ مجالسِ ذکر کا قیام اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے حلقہ ہائے ذکر کا انعقاد ایسا محبوب عمل ہے کہ فرشتے بھی ایسی مجالس کی تلاش میں رہتے ہیں اور جہاں کہیں انہیں پاتے ہیں وہاں

(۱) طبرانی، معجم الأوسط، ۲: ۱۱۴، رقم: ۱۴۲۹

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۹۶

(۳) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۹۶

ذاکرین کے ساتھ بیٹھ کر ان جیسا ذکر کرتے ہیں اور ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ ایسی محافل میں وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ہم نشین بھی اللہ کے فضل و کرم اور رحمت و بخشش سے محروم نہیں رہتا۔ ان ذاکرین کی صحبت میں گنہگار بھی نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ذِکرِ اِلٰہی کی اَقسام اور اُس کے اَثرات

کتبِ تصوف میں ذکرِ الٰہی کی عموماً دو اقسام کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ ذکرِلسانی ۲۔ ذکرِ قلبی

۱۔ ذکرِلسانی

ذکرِلسانی سے مراد جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے زبان سے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ کیا ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہنا ہی ذکرِ الٰہی کہلائے گا یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ذکر کے زمرے میں شامل ہوگی؟ یہ شبہ اس لئے ہوتا ہے کہ جب بندہ دوسرے دنیوی معاملات میں مصروف ہوتا ہے تو اس وقت وہ اللہ کا ذکر نہیں کر رہا ہوتا۔ اس کی توجہ معاشرتی، معاشی اور سماجی امور کی انجام دہی کی طرف ہوتی ہے۔ صاف ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ’’بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا‘‘،[۱] کی شرط کے مطابق صبح و شام تو ذکر نہیں کر سکتا، اس لئے یہ بات توجہ طلب اور قابلِ وضاحت ہے کہ ذکرِالٰہی کے کون سے امور ذکرِ الٰہی میں شامل ہیں اور کون سے نہیں۔

یاد رہے کہ جس زبان پر ہر وقت نیکی، تقویٰ اور پاکیزگی کی بات ہو اسے ہمہ وقت سچائی کے لئے استعمال کیا جائے، وہ زبان حقوق العباد کی حمایت میں گفتگو کرے یا حلال روزگار کے پیشِ نظر کاروباری امور میں کلام کرے، بہرحال وہ نیکی میں شمار ہوگی۔ الغرض وہ سب معاملات جو اخلاص و تقویٰ پر مبنی ہوں اور درست ہوں ان کے متعلق بات کرنا بالواسطہ اللہ کے ذکر کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ بندہ جس نیکی کی بات کو اپنی

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۲

زبان پر لا رہا ہے دراصل وہ بھی اس کے رب کا حکم ہے۔ گویا نیکی کی تلقین کرنا، جائز، حلال اور پاکیزہ کاموں کا حکم دینا، زہد و ورع، تقوی و طہارت کی بات کرنا یہ سب امور ذکرِ الٰہی میں شامل ہیں اور یہی ''ذکر'' ذکر لسانی کہلاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ذکر لسانی کو خوبصورت عمل قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ثنا سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ذِكْرُ اللهِ بِاللِّسَانِ حَسَنٌ جَمِيلٌ۔(۱)

''زبان سے اللہ کا ذکر کرنا اچھا اور خوبصورت (عمل) ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ، حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ (ﷺ). وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (رضی اللہ عنہ): كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوْا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ۔(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا رواج تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں کے (نماز سے) فارغ ہونے کو اسی سے جان لیتا جب کہ اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا۔''

ذکرِ الٰہی کا مقصود تو دل کے تار چھیڑنا ہے خواہ وہ گوشۂ تنہائی اور خلوت میں چھڑ

---

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۱: ۴۵۲، رقم: ۶۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب صفۃ الصلاۃ، باب: الذکر بعد الصَّلَاةِ، ۱: ۲۸۸، رقم: ۸۰۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب السلام للتحلیل من الصلوٰۃ ثم فراغھا و کیفیّتہ، ۱: ۴۱۰، رقم: ۵۸۳

جائیں یا مجلس ذکر میں جہاں ناقص الحال لوگوں کے علاوہ خدا کے صاحبِ حال بندے بھی ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلسل ذکر کی ضربِ پیہم سے بھی مقصد حاصل نہیں ہوتا اور کبھی مجلسِ ذکر میں کسی بندۂ خدا کی صحبت سے گوہرِ مقصود مل جاتا ہے۔ لہٰذا طبیعت کے اندر سوز و گداز اور کیف و سرور پیدا کرنے کے لئے کثرت سے ذکرِ الٰہی کی محفلیں بپا کی جائیں، سینوں میں عشق کی ایسی آگ بھڑکا دی جائے اور وہ اس حد تک سوز پیدا کر دے کہ اس کے بغیر یوں کیفیت ہو جائے جس طرح پانی کے بغیر مچھلی کی ہوتی ہے۔

ذکرِ لسانی کے فوائد و اثرات

ذکرِ لسانی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کی توجہ کلماتِ ذکر پر رہتی ہے جس سے اس کا دل وسوسوں سے پاک ہو جاتا ہے، شوق و ذوق بڑھتا ہے اور رغبت و لذت کو جلا ملنا شروع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ مسلسل ذکر کرنے سے ذاکر پر اشیاء کے حقائق منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں، زبان پر اللہ تعالیٰ کا نام، دل میں اللہ کی یاد اور ذہن معرفتِ الٰہیہ میں منہمک ہوکر کائنات کی ہر چیز میں غور و فکر کرنے لگ جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔(۱)

’’یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حسن کے جلوؤں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذتِ آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا۔‘‘

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

آیتِ کریمہ میں جن بندگانِ خدا کا ذکر ہے انہیں کارخانہ قدرت کی ہر چیز میں اسی محبوب کا جلوہ حُسن نظر آتا ہے۔ ان کا دل اللہ کی یاد کا مسکن بن جاتا ہے۔ انہیں محبوب کا ذکر سننے میں وہ راحت اور اس کا نام جپنے میں وہ تسکین حاصل ہوتی ہے جو کسی اور میں کہاں، آہستہ آہستہ ان کی کیفیت ذکرِ لسانی سے ذکرِ قلبی کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ ذکرِ قلبی

قلبی ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جو پوشیدہ ہو یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔ اس ذکر میں زبان خاموش رہتی ہے جبکہ دل بیدار اور متحرک ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک قلبی ذکر سے مراد براہِ راست یادِ الٰہی کے تصور کو اپنے دل میں جگہ دینا ہے اس کیفیت میں ان کے نزدیک استقامت نہایت ضروری ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ذکرِ قلبی کی اس طرح تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ○(۱)

’’اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو، عاجزی و زاری اور خوف و خستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی، صبح و شام (یادِ حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ○‘‘

’’صحیح ابن حبان‘‘ میں روایت ہے:

خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ۔(۲)

’’بہترین ذکر (ذکرِ) خفی ہے۔‘‘

(۱) الاعراف، ۷: ۲۰۵

(۲) ابن حبان، الصحیح، ۳: ۹۱، رقم: ۸۰۹

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ان کے حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور اعمال لکھنے والے فرشتے جو کچھ انہوں نے لکھا ہوگا پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کوئی چیز اس کے اعمال میں سے رہ تو نہیں گئی؟ فرشتے جواب دیں گے اے ہمارے رب! ہم نے کوئی چیز جو ہمارے علم میں آئی نہیں چھوڑی۔ اور ہم نے اسے محفوظ کر لیا ہے اور لکھ لیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کو فرمائیں گے کہ میرے علم میں تیرا خفیہ عمل ہے۔ جسے تو نہیں جانتا اور میں تجھے اس کی خبر دوں گا اور وہ (عمل) ذکرِ خفی ہے۔‘‘(۱)

ذِکرِ قلبی کے فوائد و اَثرات

ذکرِ قلبی کے فوائد و اثرات میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل کی بیماریوں جیسے حسد، بغض، دنیا کی محبت وغیرہ سے چھٹکارہ مل جاتا ہے اور دل کی صفائی کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے شیطان ذکرِ قلبی میں مصروف ذاکر پر زیادہ حملے کرتا ہے اور اس کے دل پر وسوسے، شکوک وشبہات، دنیوی خیالات کی بھرمار سے یلغار شروع کر دیتا ہے۔ اسی لئے ذکرِ قلبی کرنے والوں کو شروع میں دقت پیش آتی ہے۔ کیونکہ ان کے دل و دماغ میں ذکر کا ارتکاز نہیں ہو پاتا۔ لیکن اگر وہ مسلسل کوشش میں لگے رہیں تو جلد ہی ان کو اس ذکر میں یکسوئی اور استقامت حاصل ہونا شروع ہو جائے گی۔

ذِکرِ اِلٰہی کے آداب اور تقاضے

اسلام میں ہر شے کے کچھ نہ کچھ آداب ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر کام کی

(۱) ۱۔ هيثمي، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ۱۰: ۶۳، رقم: ۱۶۷۹۶
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۱۸۲، رقم: ۴۷۳۸

نوعیت مختلف ہوتی ہے اس طرح اس کے آداب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ اس لئے یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کے وہ کون سے آداب ہیں جنہیں اپنا کر ذکر سے فیوض و برکات اور انوار و تجلیات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ کتبِ تصوف میں صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کے نزدیک آدابِ ذکر کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں:

۱۔ ذکر سے پہلے کے آداب

۲۔ دورانِ ذکر آداب

۳۔ بعد الذکر آداب

۱۔ قبل الذکر آداب

ذکر کرنے سے پہلے درج ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہیں:

(۱) جسمانی و قلبی طہارت

طہارت اِیمان کا حصّہ ہے، اس کے معانی بدن، روح اور قلب کو ظاہری نجاستوں اور باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کرنے کے ہیں۔[۱]

اسی لیے طہارت و پاکیزگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ○[۲]

’’اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے○‘‘

(۱) ۱۔ ابنِ منظور، لسان العرب، ۴: ۵۰۴

۲۔ ابراہیم أنیس، معجم الوسیط، ۲: ۵۶۸

(۲) التوبہ، ۹: ۱۰۸

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الإِيْمَانِ۔(۱)

’’طہارت ایمان کا حصہ ہے۔‘‘

کتبِ تصوف میں طہارت کی درج ذیل چار اقسام بیان کی گئی ہیں:

۱۔ ظاہری بدن کو ہر قسم کی نجاست و غلاظت وغیرہ سے پاک کرنا۔

۲۔ اعضائے بدن کو تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا۔

۳۔ دل کو ہر قسم کے بُرے خیال، مذموم اخلاق مثلاً تکبّر، حسد، ریا کاری، کینہ اور ناپسندیدہ خصائل سے پاک کرنا۔

۴۔ اپنے باطن کو ما سوا اللہ سے پاک کرنا۔

جسمانی طہارت دراصل باطنی طہارت کا ایک ذریعہ ہے۔ جب انسان اپنے بدن اور اعضاء کو ظاہری طہارت کا پابند بناتا ہے۔ تو یہی طہارت آہستہ آہستہ اس کے قلب و روح پر اثر ڈال کر انہیں بھی پاکیزہ بنا دیتی ہے۔ ظاہری طہارت کے لئے جس طرح پانی کی ضرورت ہے اس طرح ندامت اور توبہ کے آنسوؤں سے قلبی اور باطنی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان جب ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک ہو کر عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے دل میں عبادت کے نور سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور یاد جاگزیں ہو جاتی ہے۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا، اس کا ہر کام اسی کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور اس کا عکس اس کے قول و فعل میں نظر آتا ہے۔ جبکہ نجاست اور ناپاکی میں لتھڑا شخص شیطان کا ساتھی ہوتا ہے۔ اور ظلمت و تاریکی کی غاروں میں گم ہو جاتا ہے۔

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ۱: ۲۰۳، رقم: ۲۲۳

(۲) خوشبو لگانا

خوشبو لگانا سنت نبوی ﷺ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ خوشبو لگانا بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خوشبو میرے لئے محبوب بنا دی گئی ہے۔(۱)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا نکاح ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے، آپ کچھ عنایت فرما دیں۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا، دوسرے روز وہ شخص شیشی لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں نورانی بازوؤں سے اس میں پسینہ مبارک ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ پھر فرمایا: اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اسے لگا لیا کرے۔ پس جب وہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ اس کے گھر کا نام بیت المُطَیِّبِیْنَ (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہوگیا۔‘‘(۲)

(۳) توبہ و استغفار کرنا

لفظ ’’توبہ‘‘ کا لغوی معنی ’’نافرمانی سے لوٹ آنا ہے۔‘‘(۳)

مگر شریعت میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر ترک کردے،

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۸۵، رقم: ۱۴۰۸۳

(۲) ۱۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱: ۸۶، رقم: ۶۲۹۵

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۱۹۰، ۱۹۱، رقم: ۲۸۹۵

(۳) فیروز آبادی، القاموس المحیط، ۱: ۴۱

اس کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ بھی کرے۔ اگر توبہ کے بعد ندامت وشرمندگی کا احساس باقی نہیں اور آئندہ کے لئے بھی گناہ سے باز نہیں رہتا تو وہ توبہ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ (۱)

”اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوع کامل سے خالص توبہ کرلو۔“

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلتَّوْبَةُ مِنَ الذَّنْبِ: أَنْ یَتُوْبَ مِنْهُ، ثُمَّ لَا یَعُوْدَ فِیْهِ۔ (۲)

”گناہ سے توبہ یہ ہے کہ (تائب) اس (گناہ) سے ایسی توبہ کرے کہ دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹے۔“

لٰہذا بندے پر لازم ہے کہ اپنے سابقہ گناہوں سے خلوصِ دل سے تائب ہو اور اپنے اعمال وافعال بھی ایسے کرلے کہ دوبارہ گناہوں کی طرف رجوع نہ کرے۔

(۴) خاموشی وسکون

ذکرِ الٰہی سے قبل اس چیز کا خیال رکھنا چاہئے کہ جہاں ذکر کیا جائے وہاں خاموشی، سکون ہو تاکہ دورانِ ذکر کسی قسم کا خلل پیدا نہ ہو اور مکمل یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاسکے۔

(۵) کم بولنا

ذاکر کے لئے کم بولنا بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ گفتگو دل کو یادِ الٰہی سے غافل

(۱) التحریم، ۶۶: ۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۶، رقم: ۴۲۶۴

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۳۸۷، رقم: ۷۰۳۶

کر دیتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ قوت گویائی جتنی بڑی نعمت ہے اتنی بڑی خرابی کا سرچشمہ بھی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي كُلُّ مُنَافِقٍ عَلِيمِ اللِّسَانِ۔(۱)

’’میں اپنی اُمت پر سب سے زیادہ خوف زدہ ہر اس منافق سے ہوں جس کی زبان عالم ہو۔‘‘

(۶) کم کھانا

ذاکر کے لئے کم کھانا بہت ضروری ہے کیونکہ سیر ہو کر کھانے سے نیند کا غلبہ اور غنودگی چھا جاتی ہے۔ اس لئے ذکرِ الٰہی سے قبل کھانا پیٹ بھر کر کھانے سے اجتناب کیا جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا بہت سادہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کم مقدار میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نُوقِدُ فِيهِ بِنَارٍ مَا هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَ الْمَاءُ۔(۲)

’’ہم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک مہینہ اس طرح سے گزارتے کہ گھر میں آگ نہ سلگائی جاتی (کیونکہ کھانا پکانے کے لئے کچھ نہ ہوتا) اور ہمارا کھانا یہی ہوتا کھجور اور پانی۔‘‘

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۲، رقم: ۱۴۳

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۲۸۴، رقم: ۱۷۷۵

(۲) ابن ماجة، السنن، کتاب الزهد، باب معیشة آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴: ۴۸۵، رقم: ۴۱۴۴

علاوہ ازیں ذکر سے قبل آدابِ ذکر کے لئے جو شرائط ضروری شمار ہوتی ہیں ان میں سے فراغت، خلوت، (بند حجرہ اور نیم تاریک کمرہ) پاکیزہ مقام، اجلا لباس، قبلہ رخ، دو زانو یا چار زانو (دو زانو زیادہ بہتر ہے) بیٹھنا اور اپنے شیخ کا تصور کرنا وغیرہ۔

۲۔ دورانِ ذکر آداب

بحالتِ ذکر درج ذیل آداب بجا لانا ضروری ہیں:

۱۔ دو زانو قبلہ رخ بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۲۔ آنکھیں بند کرنا۔

۳۔ اس ذکر کے ذریعے حصولِ مقصد پر کلی اعتماد رکھنا

۴۔ اپنے دل سے خطرات و خیالات کو دور کرنا۔

۵۔ ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کے معانی پر خیال مرکوز رکھنا۔

۶۔ اعتدال کے پہلوں کو ملحوظ خاطر رکھنا

۷۔ تسلسل و دوام کا ہونا۔

۸۔ خشوع و خضوع کا اظہار کرنا۔

چونکہ ذکر اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق استوار کرتا ہے۔ اس لیے بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس تعلق میں خشوع و خضوع کا اظہار کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور لطف و کرم سے فیض یاب ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔ (۱)

’’تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دُعا کیا کرو۔‘‘

(۱) الاعراف، ۷: ۵۵

اس آیتِ مبارکہ میں بھی خشوع وخضوع کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ جب ذاکر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خشوع وخضوع اور عجز و نیاز مندی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تو اس کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے جیسے ایک غلام اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ یا ایک دہقان بادشاہ کے روبرو حاضر ہوتا ہے۔ یا جس طرح ایک محتاج سائل ایک فیاض آدمی کے در پر کھڑا ہو۔ ایسی کیفیت میں اس شخص کے نفس اور ملاء اعلیٰ کے درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے، اس پر اللہ رب العزت کی طرف سے جلیل القدر علوم و معارف کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ انور وتجلیات سے فیض یاب ہونے لگتا ہے۔

۳۔ بعد الذکر آداب

ذکر کے بعد تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ خاموشی اور آرام

۲۔ تصورِ شیخ میں اپنے نفس کو کمتر اور حقیر سمجھنا، اور بُرا جاننا۔

۳۔ ذکر کے بعد پانی نہ پینا، کیونکہ پانی شوق کی گرمی کو کم کر دیتا ہے اور وہ طبعی طور پر بھی انسانی صحت کے لئے مضر ہے اس لئے ذکر کے کم از کم آدھ گھنٹے بعد پانی پینا چاہئے۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ آداب ملحوظ رکھنے کے ساتھ اپنے دل سے جاہ و مال کی محبت بالکل ختم کردے۔ اس احساس کو دل میں جاگزیں کرنے کی خاطر وہ اس دنیا اور دنیوی مال و اسباب کی بے ثباتی کا تصور کرے تاکہ اس کی توجہ جاہ و مال سے اس قدر ہٹ جائے کہ دورانِ ذکر اس کا تصور بھی اس کے شغل میں حائل نہ ہوسکے نیز اس ضمن میں اسے اپنے اوپر اتنا قابو ہونا چاہیے کہ جب سالک اس بات کا دعویٰ کرے کہ اس کو محبت صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کا مقصود و مطلوب صرف اسی کی ذات ہے تو

ضروری ہے کہ اس وقت سالک کا دل اس دعوے کی تکذیب نہیں بلکہ مکمل تائید کر رہا ہو۔ اگر یہ نہیں تو محض وظائف سے اسے کبھی بھی حلاوتِ ایمان نصیب نہ ہوگی۔

ذکر کرنے کے طریقے

صوفیاء کرام لگاتار ذکر کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک سالک کے لئے ضروری ہے وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ'' کا ذکر مسلسل اور بآواز بلند کرے۔ دورانِ ذکر اپنی آنکھیں بند کرلے ''لَا'' کو اپنی ناف کے اوپر اور دل کے نیچے سے کھینچے حتی کہ اسے دائیں شانے تک لے آئے۔ یہاں ''اِلٰهَ'' کہہ کر فوراً ''اِلَّا اللهُ'' کی ضرب زور سے دل پر لگائے یہ ضرب اس قدر شدید ہو کہ دل پر ضرب لگنے کا احساس ہو۔ ذکر کا آغاز آواز خفی سے کرے۔ پھر بتدریج اپنی آواز میں شدت پیدا کرے۔ اسی آواز کی شدت کے ساتھ سر تیزی سے گردش میں لاتا رہے یہاں تک کہ حالت ایک مجنون کی سی ہو جائے۔ اگر ایسے میں لوگ اسے دیکھیں تو دیوانہ یا پاگل سمجھیں۔ ''لَا'' کی مدّ کا اور اللہ کی شّد کا خاص خیال رکھنا، ''اِلٰه'' میں ''ل'' کو لمبا کرنا اور ''ہُ'' کو چھوٹا کرنا نہایت ضروری ہے۔ غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

> ''ذاکر کو مکمل وضو کے ساتھ ضرب شدید اور بھرپور آواز کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے حتی کہ ذاکر کے (ذکر سے پیدا ہونے والے) انوار دوسرے ذاکرین کے باطن پر اثر انداز ہوں اور ان کے دل انوارِ الٰہیہ سے ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائیں۔''(۱)

طریقہ ذکر کے بیان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے چند چیزیں نہایت اہم قرار دی ہیں:

> ''جمہور اہلِ طریقت ذکر کے وقت سر پھرانے اور دل پر اس کیفیت کے نزول

(۱) عبد القادر جیلانی، سر الأسرار: ۱۰۴

اور شدومد کی رعایت کرنے پر متفق ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل اور کیفیت محبت کو ابھارنے اور خطرات کو روکنے کا سبب ہے۔‘‘(۱)

ضرب لگانے کی تلقین شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

و الا اللّٰہ را بہ تمام قوت بر دل ضرب کند۔(۲)

’’(ذکر کے دوران) ’’اِلَّا اللہ‘‘ کی ضرب تمام قوت کے ساتھ دل پر لگائیں۔‘‘

ایک اور مقام پر شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: ’’دورانِ ذکر وجد میں آئے ہوئے اس شخص کی طرح ہو جو اپنے دل کے رازوں کو چھپانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اگر یہ حالت آسانی سے نہ بن سکے تو اس حال کو اپنے آپ پر طاری کرنے کی کوشش کرے اور ہر صورت میں اپنے آپ کو اس کیفیت میں دیکھے اور اتنا بلند لے جائے کہ وجد کا اظہار ہو جتنی وجد کی گرمی زیادہ ہو گی اتنی آواز بلند و متواتر ہو اور ضربوں کی شدت بڑھتی جائے گی۔‘‘(۳)

پس یہ بات ذہن میں رہے کہ سر پھرانا، قلب پر ضربیں لگانا اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں شد و مد کی رعایت کرنا دورانِ ذکر نہایت ضروری ہے۔

ا۔ چار کلماتِ ذکر

ذاکرین کے لئے ذکر کرنے کے چار طریقے بیان کئے گئے ہیں یہی کلماتِ ذکر بھی ہیں۔

ا۔ ذکر ناسوتی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ)

۲۔ ذکر ملکوتی (اِلَّا اللہ)

(۱) شاہ ولی اللہ، ہمعات: ۲۸

(۲) شاہ ولی اللہ، ہمعات: ۲۸

(۳) شاہ ولی اللہ، ہمعات: ۲۸

۳۔ ذکر جبروتی (اللہ)

۴۔ ذکر لاہوتی (هُوْ هُوْ)

(۱) ذکر ناسوتی (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ)

ان سب اقسامِ ذکر میں اعلٰی مرتبہ ذکر ناسوتی کا ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے زیادہ پسند فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ۔(۱)

''افضل ترین ذکر لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰه ہے۔''

(۲) ذکر ملکوتی (اِلَّا اللّٰه)

جب ذکر ناسوتی میں وجدانی کیفیت حاصل ہو جائے تو ذکر ملکوتی ''اِلَّا اللّٰه'' پر اکتفا کرنا چاہیے اور ضربیں شدید سے شدید کر دینی چاہییں۔ جس وقت دل ذکر کرنے لگے تو خاموش ہو جائیں اور دل کا ذکر سنیں۔ اس طریقے پر مداومت اختیار کرنے سے دل کو ذکر کا عادی بنایا جائے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد اسے دورانِ ذکر نور نظر آنے لگے۔ اس نور کو پہنچانے اور اس کیفیت کی حفاظت اس طرح کرے کہ اس سے کم نہ ہونے دے۔

(۳، ۴) ذکر جبروتی و لاہوتی (اللّٰه هُو)

جب ذکر ناسوتی اور ذکر ملکوتی دونوں میں وجدانی کیفیات حاصل ہو جائیں تو ذکر جبروتی اور ذکر لاہوتی کو بھی ساتھ جمع کر کے اس طریقہ سے ذکر کیا جائے کہ جب

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ۵: ۴۶۲، رقم: ۳۳۸۳

۲۔ ابنِ ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب فضل الحامدین، ۴: ۵۵، رقم: ۳۸۰۰

ذاکر سانس اوپر کھینچے تو ''لَا اِلٰہ'' کہے اور جب نیچے لائے تو ''اِلَّا اللہ'' کہے اس میں بھی شدت سے سانس کے ذریعے ضرب لگانا ضروری ہے مگر زبان کو قطعاً جنبش نہ دی جائے، اس کے بعد'' اللہ '' سانس اوپر کھینچتے وقت کہے اور'' ھو'' سانس نیچے لاتے وقت کہے، ''ھو ''سے دل پر ضرب لگائے یہاں تک کہ دل خود ذکر کرنے لگ جائے۔

چند مسنون اَذکار و تسبیحات

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں چند اذکار و تسبیحات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضي اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین ذکر ﴿لَا اِلَهَ إِلَّا اللّٰه﴾ ہے، اور بہترین دعا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ہے۔''(۱)

۲۔ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دو کلمات زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، ترازو میں وزنی ہیں، رحمان کو بہت پیارے ہیں (وہ یہ ہیں:) ﴿سُبْحَانَ اللهِ و بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ العَظِيْمِ﴾ (اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہایت عظمت والا ہے)۔''(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ۵: ۴۶۲، رقم: ۳۳۸۳
۲۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب: فضل الحامدين، ۲: ۱۲۴۹، رقم: ۳۸۰۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب فضل التسبيح، ۵: ۲۳۵۲، رقم: ۶۰۴۳
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب: الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: فضل التهليل و التسبيح و الدعاء، ۴: ۲۰۷۲، رقم: ۲۶۹۴

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے کہا: ﴿سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهِ﴾ اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا گیا۔‘‘(۱)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص ایک دن میں سو دفعہ ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهِ﴾ پڑھتا ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں۔‘‘(۲)

۵۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ’’تم کہو ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ اللہ تعالیٰ (کی توفیق) کے بغیر نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی استطاعت۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ یا فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمہ کی خبر نہ دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ (وہ کلمہ) ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ ہے۔‘‘(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذي، جامع الصحيح، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في فضل التسبيح و التكبير والتهليل والتحميد، ۵: ۵۱۱، رقم: ۳۴۶۴۔۳۴۶۵

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۰۹، رقم: ۸۲۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب فضلِ التسبيح، ۵: ۲۳۵۲، رقم: ۶۰۴۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب فضل التهليل و التسبيح و الدعاء، ۴: ۲۰۷۱، رقم: ۲۶۹۱

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب الدُّعَاءِ إِذَا عَلاَ عَقَبَةً، ۵: ۲۳۴۶، رقم: ۶۰۲۱

←

۶۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح اور شام سات دفعہ یہ دعا پڑھتا ہے وہ سچا ہو یا جھوٹا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ہر فکر مند کرنے والے کام کے لئے) کافی ہوجاتا ہے ﴿حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اُسی پر میں نے توکل کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے)۔''[1]

۷۔ ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیاں) زیادہ سے زیادہ جمع کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: ﴿اَللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، سُبْحَانَ اللهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ کہنا۔''[2]

۸۔ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی شخص کہتا ہے ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ (اللہ پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ (کی توفیق) کے بغیر نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی استطاعت)۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ میرا مطیع اور فرماں بردار

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ۴:۲۰۷۶، الرقم: ۲۷۰۴

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، ۴:۳۵۵، رقم: ۵۰۸۱،

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۱۲۱، رقم: ۸۴۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۷۵، رقم: ۱۱۷۳۱

ہو گیا ہے۔‘‘[1]

۹۔ حضرت کعب بن عجرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’فرض نمازوں کے بعد کئے جانے والے کچھ ذکر ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا یا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا (جن میں سے) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر۔‘‘[2]

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی وصیت نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی: اے میرے پیارے بیٹے! میں تمہیں دو کاموں کا حکم دیتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ میں تمہیں ﴿لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ اللهُ﴾ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ کلمہ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آسمان و زمین دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو یہ ان سے وزنی ہو جائے گا اور اگر (یہ آسمان و زمین) گول دائرے کی طرح بھی ہوں تو یہ انہیں چیرتا ہوا سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جائے گا۔‘‘ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔‘‘[3]

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۶۸۱، رقم: ۱۸۵۰
۲۔ ابن الجعد، المسند، ۱: ۲۵۷، رقم: ۱۷۰۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذکر بھذا الصلاة وبیان صفته، ۱: ۴۱۸، رقم: ۵۹۶
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوت عن رسول الله ﷺ، باب: ما جاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام، ۵: ۴۱۵، رقم: ۳۴۱۲

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۹، رقم: ۶۵۸۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

ذکر کے درجات

جب ذاکر مذکورہ بالا طرق پر ذکر کرے گا تو مرحلہ وار اس کے درجات میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ اسے انوار و تجلیات کی غذا ملے گی اور دل کو مسرت و طمانیت حاصل ہوگی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔۵۰۵ھ) نے ذکر کے چار درجات بیان فرمائے ہیں:

۱۔ ذکر کا پہلا درجہ یہ ہے محض زبانی ذکر ہو دل اس سے غافل اور بے فکر ہو۔ گو کہ اس کا اثر کم ہوتا ہے۔ لیکن بالکل بے اثر نہیں ہوتا اس لئے وہ زبان جو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو اس سے بہر حال بہتر ہے جو بیہودہ باتوں میں مصروف ہو یا بالکل بے کار اور معطل ہو۔

۲۔ ذکر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل سے ہو لیکن اس میں قرار نہ ہو اور وہ گھر نہ کرے بلکہ دل کو تکلیف کے ساتھ مشغول رکھنا پڑے اگر یہ جدوجہد اور تکلیف نہ ہو تو دل غفلت یا نفس کے خطرات سے اپنی طبیعت کے مطابق ہو جائے گا۔

۳۔ ذکر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں قرار پکڑے اور غالب آ جائے کہ دوسرے کاموں میں اسے تکلف سے مشغول کرنا پڑے یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔

۴۔ ذکر کا چوتھا اور آخری درجہ یہ ہے کہ جس کا ذکر ہے وہ دل میں بس جائے۔ ذاکر کو اپنے آپ کی خبر نہ رہے صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کی اصطلاح میں اس کا نام استغراق ہے اس حالت میں بندہ اپنے رب سے واصل ہو جاتا ہے۔ اس درجے کا کمال یہ ہے کہ ذکر کا خیال بھی بالکل دل سے محو ہو جائے فقط اللہ ہی اللہ رہ جائے۔

ذاکرین کے لئے ضروری ہدایات

راہِ سلوک میں قدم رکھنے والوں کو چند نکات اچھی طرح ذہن نشین کر لینے چاہئیں:

۱۔ نماز، ذکر یا دیگر نفلی عبادات، ریاضت، مجاہدات میں حلاوت و لذات مقصود بالذات نہیں اور نہ ہی دوزخ سے پناہ یا جنت کا حصول مقصود ہے۔ بلکہ مقصود رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ جس کے حصول کے لئے یہ تمام چیزیں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

۲۔ شروع شروع میں شیطان ذاکرین کے دل میں شکوک و شبہات اور دنیوی خیالات کی بھرمار کر کے یہ سوال ابھار دیتا ہے۔ دل تو ذکر کی طرف مائل نہیں یا خشوع و خضوع سے نماز نہیں پڑھی جاتی تو ایسی عبادت کا کیا فائدہ؟ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ اصل میں وہ تو چاہتا ہی نہیں کہ کوئی اللہ سے تعلق استوار کرے اور اس کے راستے پر چلے۔ اسی لئے شیطان پہلے مرحلے ہی میں اسے ورغلاتا ہے اور آخر تک ورغلاتا رہتا ہے۔ آگے جا کر اس کے عیارانہ حربے اور طرح کے ہوتے ہیں اس لئے ذہن میں یہ بات رہے کہ ہمارا مقصد تو ہر حال میں رب کو پانا ہے۔

۳۔ ذاکر کو چاہیئے کہ وہ ذکرِ الٰہی سے حاصل ہونے والے انوار و تجلیات کو زیادہ اہمیت نہ دے، کہیں وہ غرور کا شکار ہو کر پستی کے گڑھوں میں نہ جا گرے۔ اور یہ کیفیات لوگوں سے بیان نہ کرے کیونکہ یہ چھپانے کی چیزیں ہیں۔ اگر ایک ذاکر ان ابتدائی انعامات پر اکتفا کر بیٹھا تو اس پر آگے بڑھنے کی راہیں مسدود ہو جائیں گی کیونکہ پہلا مرحلہ طے ہونے کے بعد جب سالک کا دل اس کی یاد میں لگنا شروع ہو جاتا ہے تو اس کو ذکر میں ایسی لذت حاصل ہونے لگتی ہے جس کے سامنے سب لذتیں ہیچ ہیں۔ اکثر سالکین اسی مرحلے کے ہو کر رہ جاتے ہیں تو وہ

انعامات و اکرام کے چکر میں ایسا پھنستے ہیں کہ ان کا دھیان اصل ذات سے ہٹ جاتا ہے، پھر اسی مرحلہ میں وہ اپنے مقام سے گر جاتے ہیں اور اس صورت میں فیوض و برکات کے دروازے ان پر بند ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اگر ذاکر ان طریقوں پر ذکر کرتا رہے گا تو اسے کیف و سرور کی حالت نصیب ہو جائے گی، انوار کی غذا ملے گی اور دل کو مسرت وطمانیت حاصل ہوگی۔ اس کی مزید بڑی نشانی یہ ہے کہ اسے خاموشی سے انس ہو جائے گا اور بولنے سے وحشت ہونے لگے گی۔ پھر جب ذاکر خلوت میں خاموشی کے ساتھ دل کی طرف توجہ مرکوز رکھے گا تو اندر سے ایسا لطف و سرور محسوس ہوگا جسے بیان نہ کر سکے گا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شاندار غذا یا پھل کھائے جسکے ذائقے سے سرور حاصل ہو مگر اسے جو مزہ اور لطف غذا کھانے کے دوران آیا تھا وہ لوگوں کے سامنے بیان نہ کر سکے۔ وہ بڑی کوشش کرے کہ وہ اس کیفیتِ سرور کو الفاظ کے قالب میں ڈھالے مگر بے بس ہوجتی کہ ایسے میں یہ کہنا پڑے کہ جس کا جی وہ مزہ چکھنے کا ہو وہ خود ہی اس غذا یا پھل کو کھا کر دیکھ لے۔

اس لئے سالک کے لئے مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ ان پر عمل کئے بغیر منزلِ مقصود کا حصول ممکن نہیں۔

حاصلِ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ہی ایسا عمل ہے جو جسمانی وقلبی، روحانی و اخلاقی، ظاہری و باطنی برائیوں کا واحد علاج، تمام عبادات کا خلاصہ، عبادات کی اصل روح، افضل ایمان کی علامت، افضل ترین عمل، اطاعتِ الٰہی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ، رحمتوں کا نزول، دنیوی و اخروی اور دائمی سکون کا باعث ہے۔ انسان کا دل سارنگی یا گٹار کے ساز کی مانند ہے جس کے کئی تار ہوتے ہیں۔ کوئی تار تلاوت اور ذکر سے چھڑ جاتا ہے، کوئی صلوۃ وسلام سے چھڑتا ہے، کوئی نعت سن کر چھڑتا ہے اور کوئی کثرت نوافل سے چھڑتا ہے۔

تار کوئی بھی چھڑے، ہمارا مقصد تو روح میں ساز پیدا کرنا ہے کیونکہ ہر تار کی آواز جدا ہوتی ہے اور جب اسے مسلسل بجانا شروع کر دیں تو ساز بن جاتا ہے اور جب ساز بن جائے تو پھر اسی سے سوز پیدا ہو جاتا ہے اور سوز سے تمام تار بیک وقت چھڑ جاتے ہیں۔ جب تمام تار چھڑتے ہیں تو صدا بنتی ہے اور پھر صدا سے ترنگ پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس ترنگ کے ذریعے قلب و باطن میں اس کی محبت کا ساز بج اٹھے اور وہ کیفیتِ سوز و ساز طاری ہو جائے جو حسن محبوب سے اقبال کی ہم نوا ہو کر یوں محو تقاضا ہو جائے:

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

اے مردِ مومن! اگر تو چاہے کہ تیرے ٹوٹے ہوئے تعلق کی ڈوری پھر اللہ سے جڑ جائے تو کثرتِ ذکرِ الٰہی سے دل کے تاروں کو روزانہ چھیڑتا رہ، اس کی محبت میں ڈوب کر اس کا ذکر کرتا رہ پھر تو دیکھے گا کہ تعلق کی کٹی ہوئی ڈوری خود بخود جڑتی چلی جائے گی۔

www.MinhajBooks.com